حیاتِ صالح

یعنی

سوانحِ عمری

صاحب السیف والقلم علامی فہامی جملۃ الملک حضرت
نواب سعد اللہ خاں صاحب

وزیرِ اعظم

شہنشاہِ فلک بارگاہ شاہجہاں بادشاہ

نوّر اللہ مرقدہما

مؤلفہٗ

محمد سعید احمد مارہروی

سنہ ۱۳۲۱ ہجری نبوی

مطبع اکبری آگرہ میں مجید الدین احمد کے اہتمام سے چھپی

اول مرتبہ ۵۰۰ جلد — ۷۷ — قیمت فی جلد ۶ر

مطبع اکبری آگرہ

جن صاحبوں کو کسی قسم کی کتاب عربی فارسی اُردو ہندی چھپوانی منظور ہو وہ از راہ لطف و کرم مطبع ہذا کو مرحمت فرمائیں مطبع بلاتامل نہایت شکر گزاری کے ساتھ بہت صاف اور خوشخط مناسب وقت میں اُسے چھاپ دیگا انشاء اللہ تعالےٰ کوئی وعدہ خلافی۔ بد معاملگی یا کسی طرح کا دھوکا ہمارے گاہکوں کو نہ ہوگا ہم اُن کی خوشنودی اور خدمتگزاری کو اپنا اوّل درجہ کا فرض سمجھیں گے اور خدا نے چاہا تو اُن کو کسی طرح کی شکایت نہ ہونے دینگے۔ صحت کا اہتمام حد سے زیادہ ہوگا انشاء اللہ مسودہ سے ایک نقطہ یا شوشہ کم یا زیادہ نہ ہوگا بحالت شک و شبہ دریافت کر لیا جائیگا۔ رموز کتابت و املاے حروف مثل نشان سوال و تعجب و یاے معروف و مجہول و نون غنہ و ہاے مخلوط وغیرہ کا بھی بخوبی لحاظ حسب مرضی رہیگا۔ کچہریوں اور دفتروں کے جملہ کاغذات ضروری بھی بکفایت تمام اِس مطبع میں چھپ سکتے ہیں۔ سب صورتوں میں چھپائی کا نصف روپیہ حسب دستور مطبع پیشگی لیا جائیگا۔

نرخ چھپائی ہر سائز (تقطیع) مروجہ کا خط و کتابت سے طے ہوگا۔

مجید الدین احمد مالک و مہتمم مطبع اکبری آگرہ۔ محلہ نئی بستی۔ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ
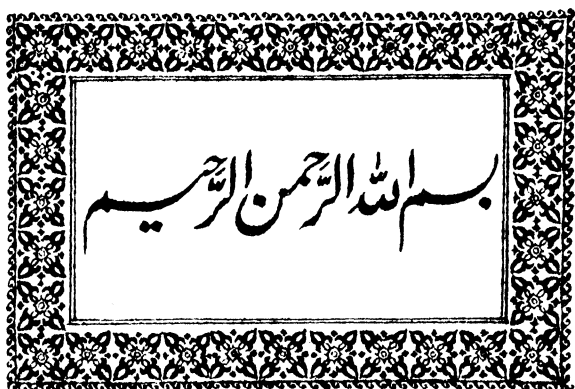
الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ و السلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ الطاہرین الطیبین و ازواجہ المطہرات امہات المؤمنین و خلفائہ الراشدین المہدئین الہادئین وسائر الصحابۃ ائمۃ الدین اجمعین

ز لافِ حمد و نعت اولیٰ ست بر خاکِ ادب خفتن
سجودے میتواں کردن درودے مے تواں گفتن

نواب صدیق حسن خان مرحوم

معزز ناظرین !

مشاہیرِ اسلام کے کسبِ علوم اور علمی قدر دانی اور کمال پروری اور سخاوت و شجاعت و دیانت و امانت اور عدل و

انصاف غرضکہ جملہ اوصافِ حمیدہ و خصائلِ پسندیدہ کے حیرت انگیز واقعات سے ہماری عربی و فارسی کے تذکروں اور تاریخوں کے اوراق بکمالِ آب و تاب مُزیّن و مُرصّع ہیں۔ مگر افسوس اور سخت افسوس ہے کہ ملکِ ہند کے پانچ چھہ کرور مسلمانوں میں سے ایک بھی اِن بیش بہا اور اعجوبۂ روزگار جواہرات سے مستفیض نہیں ہو سکتا جس کی وجہ سے بڑے بڑے مشاہیرِ اسلام جن پر کسی زمانہ میں مشرقی دنیا کو ناز تھا آج کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہیں اور اُن اصحابِ کمال کا جو کسی طرح مغربی اہلِ کمال سے کم نہ تھے آج کوئی نام بھی نہیں جانتا۔ کسی اُستاد نے خوب کہا ہے:۔

جن کے نقشِ پا کو رکھتی تھی زمیں سر پر بہ فخر
نام اُن کا کوئی اب بھولے سے بھی لیتا نہیں
تھا مگس کا بیٹھنا بھی تن پہ جن کو ناگوار
خاک میں مر کر ملے افسوس وہ عالی دماغ

تربتوں میں خاک آلودہ ہیں وہ عالی گہر
جن کے دروازوں پہ ڈنکا بجتا تھا شام و سحر
فرق پر جن کے ہلایا کرتے تھے خادم چنور
اب نشانِ قبر بھی اُن کے نہیں آتے نظر

جناب سر سیّد احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بیشک آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "وہ قوم نہایت بد نصیب ہے جس کی گذشتہ زمانہ کی تاریخ قابل یاد رکھنے کے ہو اور اُس کو یاد نہ ہو!

اور وہ قوم نہایت خوش نصیب ہے جس کی گذشتہ زمانہ کی تاریخ یاد رکھنے کے قابل ہو اور اُس نے اُسے یاد بھی رکھا ہو"

کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ ہماری قومی اور ملکی زبان اُردو میں انگلستان کے ناول نویس مسٹر رینولڈس کی سوانح عمری تو ہو مگر بڑے بڑے اہلِ کمال اور صاحبِ تصانیف مشاہیرِ اسلام کے حالات محض تاریکی میں پڑے ہوں۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

تصنیف و تالیف اور خصوصاً سوانح عمری لکھنا کوئی معمولی اور آسان کام نہیں ہے کہ ہر شخص اِس دشوار گذار راستہ کو طے کر جائے یہ عالیشان کام اُنہیں بزرگوں کا ہے جن کو خدا نے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے عقل دی ہے۔ اور وہ تاریخی معلومات سے مستغنی ہیں۔ اِدھر میری استعداد علمی اور واقفیت تاریخی مبتدیانہ بھی نہیں۔ بلکہ اِس کوچہ سے نا آشنائے محض ہوں مجھے نہ مصنّف ہونے کا دعوےٰ نہ مؤلف بننے کا خیال ہے۔ صرف اِس خیال نے مجھ کو اِس قومی خدمت پر کمربستہ اور متوجّہ کیا ہے کہ جب ہماری قوم کے اہلِ علم اور صاحبِ کمال لوگ قومی ہیروز کی سوانح عمریوں کو اِس بے ترتیبی کی حالت میں ملاحظہ فرمائینگے

تو شاید اُن کے عالی دماغ اپنے ہاں کے مشاہیر کی نہایت دل آویز تصویر کو اِس بد نمائی سے دیکھنا پسند نہ کرینگے جیسی کہ میری یہ ناچیز تحریر ہے۔ اور خود اِس طرف متوجہ ہوکر اِس قومی خدمت کے ادا کرنے پر کمر ہمت چست باندھ لینگے۔

ہماری قومی زبانِ اُردو نے جس مبارک عہد میں جنم لیا ہے میں نے سب سے پہلے اُسی عہد کے بڑے صاحب کمال اور ہندوستان کے ہر دل عزیز بادشاہ شاہجہاں کے مشہور و معروف اور نیک نام وزیر صاحب السیف و القلم علاّمی فہاّمی جملتہ الملک **سعد اللہ خاں** کو منتخب کیا اور اِس فاضل اور مدبّر ملک کے حالات زندگی کو قلمبند کرکے **حیات صالح** کے نام سے موسوم کیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ حیات صالح کے مطالعہ سے قوم میں عمدہ تحریک پیدا ہوگی اور تا یوم قیام اِس خوش تدبیر اور نیک نام وزیر کی یادگاری نہایت عزّت و ادب سے صفحہ روزگار پر قائم رہیگی۔

میں نہایت صدق دل سے اِس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ ہرچند اپنی بساط کے مطابق اکثر فارسی و اُردو کے خوش نما

باغوں کی سیر کر کے اور اُن سے خوب صورت پھول پتیوں کو
چُن کر اِس گلدستہ کو مرتّب کیا ہے مگر اِس میں شک نہیں
کہ یہ کام جیسا کہ ہونا چاہئے تھا میری بے بضاعتی اور کم علمی
کی وجہ سے نہ ہو سکا اور مجھے اسپر بالکل بھروسا اور اطمینان
نہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ایسے صاحب کمال کی سوانح عمری
لکھنا مجھ سے ہیچ مدان کا کام نہ تھا۔

اے میرے مولیٰ اے میرے کار ساز میں نہایت خلوصِ
دل سے تیری بارگاہِ عالی میں دست بدعا ہوں کہ مجھ بد ترین
گنہگار پریشان روزگار کا انجام بخیر کر۔ اور اِن پراگندہ اوراق
کو قبولیت کا درجہ عطا فرما۔ اور اِس ناچیز کتاب کے پڑھنے والوں
کے دلوں میں اِس نیک نام وزیر کے اوصاف حمیدہ سے عمدہ
تحریک پیدا کر۔اور اُن کو علم و ہنر و عقل و نیک بختی اور ظاہر
و باطن کی خوبیوں سے مالا مال کر۔ آمین ثم آمین +

ناظرین کی خدمت میں بصد عجز التجا ہے کہ اگر اس ناچیز
کتاب میں کوئی خوبی دیکھیں تو اُسے محض تائید الٰہی سے سمجھ کے
شکر خداوند قدیر بجا لائیں اور مجھ گنہگار کو بھی دعاے خیر سے
یاد فرمائیں۔ اور اگر کوئی سہو اور خطا ملاحظہ فرمائیں تو دامن

عطا سے چھپائیں۔

آئینۂ خود باش صفائے بہ ازیں نیست

عیبِ دگراں پوش قبائے بہ ازیں نیست

اور اگر کسی صاحب کے مذاق کے موافق نہ ہو تو معاف فرمائیں۔ وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

راقم بندۂ گنہگار محمد سعید احمد

ابن مولوی سلطان احمد

ساکن مارہرہ ضلع ایٹہ

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

۱۸۔ محرم سنہ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۷۔ اپریل سنہ ۱۹۰۳ع

—— • ❋❋❋ • ——

خاص خاص کتابوں کی فہرست
جن سے یہ سوانح عمری ماخوذ ہے

نام کتاب	نام مصنّف	زبان
(۱) مآثرالامرا	میر عبدالرزّاق صمصام الدولہ شاہنواز خان خوافی اورنگ آبادی ..	فارسی
(۲) بادشاہ نامہ	مُلّا عبدالحمید لاہوری	فارسی
(۳) عمل صالح	محمّد صالح کنبوہ	فارسی
(۴) منتخب اللباب	محمّد ہاشم خان الملقّب بہ خافی خان	فارسی
(۵) سیرالمتاخرین	میر غلام حسین	فارسی
(۶) مفتاح التاریخ	ٹامس ولیم بیل	فارسی
(۷) عالمگیر نامہ	محمّد کاظم	فارسی
(۸) رقعات عالمگیری	شاہنشاہ عالمگیر	فارسی
(۹) ظفرنامۂ شاہجہانی	خان بہادر شمس العلما مولوی محمّد ذکاء اللہ	اُردو
(۱۰) ترجمہ تاریخ ہند	الفنسٹن گورنر بمبئی	اُردو

نام کتاب	نام مصنّف	زبان
(۱۱) دربار اکبری	شمس العلما مولوی محمدؐ حسین آزاد	اُردو
(۱۲) مشاہیر اسلام	حکیم فیض احمد مارہروی ..	اُردو
(۱۳) تاریخ اسلام	مولوی ابو الفضل احسان اللہ عباسی گورکھ پوری	اُردو
(۱۴) ترجمہ سفرنامہ برنیئر	خلیفہ محمدؐ حسین	اُردو
(۱۵) گونمینٹ گزیٹیر پنجاب	.. ..	انگریزی
(۱۶) گزٹیئر ممالک مغربی وشمالی و اودھ (ضلع متھرا)	کالی بیئر	انگریزی
(۱۷) اوریئنٹل بایوگرافکل ڈکشنری	ٹامس ولیم بیل	انگریزی
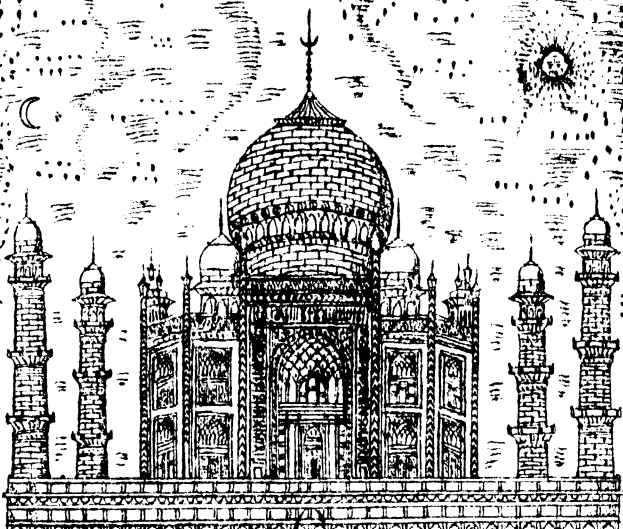
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

سعد اللہ خاں کا حسب و نسب - وطن - و تعلیم و تربیت

ہندوستان کے سب[1] سے بڑے مدبّر اور عالی دماغ وزیر اعظم

[1] یہ صرف میرا ہی قول نہیں بلکہ اکثر فارسی اور یوروپیئن مورخین نے بھی یوں ہی لکھا ہے چنانچہ الفنسٹن گورنر بمبئی کا بیان تاریخ ہند میں ہے کہ "اسی زمانہ میں سعد اللہ خاں وزیر کا انتقال ہوا جو نہایت لائق و فائق اور عاقل و

سعد اللہ خاں کا سلسلۂ خاندانی کسی خاندانِ امارت سے نہیں ملتا لیکن یہ امر بجائے اِس کے کہ کسی قسم کی سُبکی کا باعث ہو بہت بڑے فخر کی بات ہے کیونکہ وہ صرف اپنی ذاتی کوشش اور لیاقت سے ایک خاندانِ امارت کا بانی ہوا۔ بنی نوع انسان کے اُن افراد کی طرح جو صرف اپنے ذاتی قوتِ بازو سے صفحاتِ تاریخ کی زیب و زینت کا باعث ہوئے ہیں سعد اللہ خاں کے ابتدائی اور خاندانی حالات بھی بہت کم معلوم ہوے اور یہی وجہ ہے کہ خلیفہ محمد حسن صاحب مترجم سفرنامۂ ڈاکٹر برنیئر فرانسیسی سیاح نے اپنے ترجمہ میں سعد اللہ خاں کی قومیت کی نسبت یوں تحریر فرمایا ہے کہ "سعد اللہ خاں کے زمانہ کے مؤرخوں نے اُس کی قومیت کا کچھ ذکر نہیں لکھا البتہ خافی خاں نے اُسے شیخ سعد اللہ کر کے لکھا ہے جو ہندوستان میں اکثر نو مسلم

م (حاشیہ متعلقہ صفحہ ۹) ہوشیار اور چال چلن کا نیک تھا یہاں تک کہ ویسا وزیر ہندوستان کے وزیروں میں کوئی نہیں ہوا۔ شاہجہاں کے کار و بار میں اُس وزیر باتدبیر کا ذکر بڑی عزت و شان سے ہوا ہے۔ تمام سلطنت کے کام اِسی وزیر کی صلاح و مشورت سے انجام پاتے تھے۔ اورنگ زیب نے جو خطوط اور فرمان اپنی طول طویل سلطنت میں لوگوں کے نام تحریر کئے ہیں اُن میں بھی اِس وزیر کی رایوں اور کاموں کو اِس طرح سے لکھا ہے کہ سب لوگ اُس کی پیروی کریں" ۱۲

لوگوں کے لئے بھی بولا اور لکھا جاتا ہے۔ مگر اُس کے ہموطنوں کا یہ بیان ہے کہ وہ تہیم تھا جو ایک ایسی قوم ہے کہ وہاں کی مسجدوں اور مکتبوں کے مُلاّ اکثر اسی ذات کے ہوتے ہیں۔ اگرچہ میرے نزدیک ظن غالب یہ ہے کہ یہ کوئی ہندوی الاصل قوم ہے مگر چونکہ اُن کے میراثی اوّل اُن کے سلسلۂ نسب میں کچھ عجیب و غریب نام بیان کرکے اور پھر کچھ کھینچ تان کے ملک عرب تک پہنچا دیتے ہیں اس لئے میرے دوست جو بالفعل خاص چنیوٹ کی منصفی کے عہدہ پر مامور ہیں اور جنھوں نے براہ مہربانی تکلیف فرما کر میری خواہشوں کے موافق اس کی تحقیق کی تھی یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ لفظ تمیم کی خرابی ہو جو عرب کے مشہور قبیلہ بنی تمیم کے نام کا ایک جزو ہے اور ان گنواروں نے اپنی جہالت اور بے علمی کی وجہ سے جو فی زمانہ اُن اضلاع میں عموماً ہے بگاڑ کے اُسے تہیم کر لیا ہو''۔

خلیفہ صاحب سے مشہور و معروف فاضل کی یہ فروگذاشت سخت حیرت انگیز ہے۔ کہ اُنھوں نے اثنائے تحقیقات میں کتاب مآثر الامرا کا ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ صاحب مآثر الامرا

کی تحقیقات کی نسبت بھی وہ اپنے نوٹ میں کچھ ارقام فرماتے
یہ کتاب مآثر الامرا مغلیہ عہد کے امرا کے حالات میں ایک
بہت مستند اور ضخیم تاریخ ہے جس کے راست گفتار اور
فاضل مؤلف میر عبد الرزّاق صمصام الدولہ شاہ نواز خان
خوانی اورنگ آبادی ہیں۔ یہ کتاب سنہ ۱۱۷۲ھ میں تالیف ہوئی
اُس میں سعد اللہ خاں کی قومیت کی نسبت تحریر ہے کہ وہ
قصبہ چنیوٹ[۱] متعلقہ صوبہ لاہور کے شیخ زادوں میں سے تھا
اور سلسلہ اُس کا قریش کے قبیلۂ بنی تمیم سے ملتا ہے۔ مآثر الامرا

[۱] قصبہ چن یوٹ ۳۱ درجہ ۴۳ دقیقہ و ۳۲ درجہ عرض بلد اور ۷۳ درجہ ۱۰ دقیقہ و ۵۹ درجہ طول بلد میں دریاے چناب کے بائیں کنارے سے دو میل کے فاصلہ پر ایک پست پہاڑی کے نشیب میں پنجاب کے ضلع جھنگ میں واقع ہے۔ سنہ ۱۸۸۱ع میں یہاں کی مردم شماری دس ہزار ۷ سو ۳۱ تھی۔ قصبہ مذکور تین حصص پر منقسم ہے جو اوپر نیچے نہایت خوبصورتی سے واقع ہیں۔ ایک حصہ پہاڑ کے دامن میں ہے اور دوسرا تحصیل کی طرف اور تیسرا مغرب کی سمت ایک علٰحدہ آبادی کے گرد واقع ہے جسے پیر شیخ اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کہتے ہیں۔ یہاں ایک اَور خانقاہ شیخ برہان کے نام سے مشہور ہے جسے ہندو اور مسلمان دونوں تعظیم و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ چنیوٹ کے لوگ نجاری اور لکڑی پر نقش و نگار کرنے میں مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ روضہ تاج محل (ممتاز محل) کی تعمیر کے لئے چنیوٹ کے بہت سے کاریگر اور معمار طلب کئے گئے تھے

ماخوذ از گیزیٹیئر ضلع جھنگ مرتبہ گورنمنٹ پنجاب

کی عبارت یہ ہے کہ "از شیخ زادہ ہائے قصبہ چنیوٹ مضاف صوبہ لاہور است و اصلش از بنی تمیم[۱] قریش"

سعد اللہ خاں ابتدائے عمر سے تحصیل علوم و فنون کے واسطے لاہور چلے آئے تھے جو اُس زمانہ میں علما اور فضلا کی کثرت کے باعث ایک عظیم الشان اسلامی دار العلوم کا کام دے رہا تھا اور جہاں شائقین علم و فضل دور دور سے آکر فیضیاب ہوتے تھے۔ اِسی وجہ سے وہ مُلّا سعد اللہ لاہوری مشہور ہیں اور اِسی سبب سے اکثر مؤرخین نے اُنہیں لاہوری لکھا ہے۔ خلیفہ محمد حسین صاحب اپنے اُسی نوٹ میں جس کا کچھ حصّہ اوپر نقل کیا گیا تحریر فرماتے ہیں "سعد اللہ خاں کو عہدِ شاہجہانی کے بعض مؤرخوں نے لاہور اور بعض نے چنیوٹ کا رہنے والا بیان کیا ہے جو پنجاب کے ضلع جھنگ میں ایک پُرانا قصبہ ہے۔ لیکن میرے ایک دوست جو جھنگ کے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہیں بعد

[۱] یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ سعد اللہ خاں صاحب صدیق اکبر حضرت ابوبکر بن ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں اگر نہ تھے تو اُن کے ہم قبیلہ ضرور تھے کیونکہ خلیفہ اوّل بھی بنی تمیم تھے اور اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہجہاں کو بھی اپنے دادا کی مردم شناس آنکھ کا حصّہ عطا ہوا تھا جس کی مدد سے اپنی وزارت کے لئے بے نظیر وزیر کے خاندان کا آدمی پسند کیا۔ وارث علی

تحقیقات کے لکھتے ہیں کہ اصل میں وہ تیرا کے رہنے والے تھے جو ایک موضع چنیوٹ کے شمال میں پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ مگر اپنے زمانہ امارت میں اُنھوں نے البتہ چنیوٹ کو اپنا وطن بنا لیا تھا،،

خواجہ بختاور خان عالمگیری نے اپنی تاریخ مرآۃ العالم میں تحریر کیا ہے کہ" جس زمانہ میں سعد اللہ خاں بحالت افلاس و پریشانی تحصیل علوم و فنون میں بمقام لاہور مشغول تھا۔ اکثر مُلّا خواجہ[۱] نامی ایک مشہور درویش کی خدمت میں واسطے کسب علوم باطنی و تصفیہ قلب کے حاضر ہوتا۔ ملّا خواجہ کو

[۱] مُلّا خواجہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا خاص وطن صوبہ بہار تھا میاں میر قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ عالمِ جوانی میں کسب علوم کے واسطے لاہور تشریف لائے تحصیل علم کے بعد میاں میر سے بیعت کرلی۔ اور ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہوئے شاہجہاں کو ملّا خواجہ کے ساتھ خاص عقیدت تھی۔ خواجہ بختاور خان عالمگیری نے مرآۃ العالم میں بحوالہ دربار خان ناظر شاہجہانی تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ شاہجہاں بایّام قیام لاہور حویلی دارا شکوہ میں تشریف لائے واپسی کے وقت دربار خان ناظر سے فرمایا کہ تم مُلّا خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرو کہ شاہجہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا چاہتا ہے۔ دربار خان جس وقت مُلّا صاحب کے حجرہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ مُلّا صاحب ابھی باہر چلے گئے ہیں اور ایک ٹوٹے سے حجرہ میں جو سرِ راہ واقع ہے رہتے ہیں۔ (باقی دیکھو صفحہ آئندہ)

بھی سعد اللہ خاں سے خاص انس ہو گیا تھا۔ ایک دن حالت جذب میں اپنے مریدوں سے کہا کہ وزیر شہنشاہ ہند کو بلاؤ۔ حاضرین مُلّا کے اِس تعجب انگیز فقرہ کو سنکر سخت متعجب و متحیّر ہوئے اور اُن کی سمجھ میں نہ آیا کس کی طلبی کا ارشاد

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۴) تھوڑی دیر میں بادشاہ کی سواری بھی آن پہنچی۔ دربار خان نے عرض حال کیا۔ شاہجہاں نے کہا کہ تم یہیں کھڑے رہو جب مُلّا صاحب آئیں ہمارا سلام کہکے یہ مصرع عرض کر دینا ؎ طاقت مہماں نداشت خانہ بمہماں گذاشت شاہجہاں کے جانے پر تھوڑی دیر میں مُلّا خواجہ آگئے اور یہ پیام سُنکر فرمایا کہ حضرت نے بڑی غریب نوازی فرمائی مگر میں عمداً کنارہ کر گیا تھا تاکہ حضرت تکلیف نہ فرمائیں اور لوگوں کے ہاتھوں سے میری ڈاڑھی کے بال سلامت رہیں مگر میں اس پیام کا جواب کَل دونگا دوسرے دن مُلّا صاحب تن تنہا دیوان عام میں علٰحدہ سب کے پیچھے ایک کنارے آکھڑے ہوئے دربار خان ناظر نے دور سے دیکھ کے فوراً پہچان لیا اور جلدی سے دوڑ کے شاہجہاں کو خبر کی۔ بادشاہ سنتے ہی خوش ہو گیا اور دربار عام برخاست کرکے مُلّا صاحب سے خلوت میں ملاقات کی۔ ایک دن بہت سے درویشوں کا مجمع تھا اور مسئلہ وحدت وجود کی بحث چھڑی ہوئی تھی اور کچھ فیصلہ نہ ہوتا تھا۔ مُلّا صاحب خاموش بیٹھے تھے کہ یکایک اُٹھ کھڑے ہوئے اور آگ میں جو زور شور سے قریب ہی جل رہی تھی جا بیٹھے اور بڑی دیر تک بیٹھ کے جوں کے توں نکل آئے ایک بال بھی بیکا نہ ہونے پایا تھا اور فرمایا بس یہی جواب ہے پھر کسی نے دم نہ مارا اِسی طرح بہت سے خوارق عادات مُلّا صاحب کے مشہور ہیں۔ اوائل عہد عالمگیری میں ۱۰۶۷ھ تھا کہ مُلّا صاحبؒ لاہور کے باغ فیض بخش کی سیر کو تشریف لے گئے اور باغ میں دو تین مرتبہ فرمایا کہ "مرا می طلبند" اور اُسی وقت اِس دار ناپائدار سے انتقال م

م فرمایا اور متصل مقبرہ اپنے پیر کے جو موضع غیاث پور متصل عالم گنج لاہور میں ہے مدفون ہوئے

ہے۔نہایت ادب سے دریافت کیا تو جواب ملا کہ مُلاّ سعد اللہ کو بلاؤ۔مثل مشہور ہے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ہوتے ہیں خدا کی قدرت دیکھئے کہ مُلاّ خواجہ کی یہ پیشیں گوئی جس کے پورا ہونے کی اُس وقت بظاہر کوئی اُمید نہیں ہو سکتی تھی آخر میں صحیح ثابت ہوئی۔ باوجود بہت سی تاریخوں کی ورق گردانی کے بھی یہ پتا نہیں چلا کہ سعد اللہ خاں نے کن کن علما و فضلا سے فیض حاصل کیا اُن کے افلاس کی حالت سے قیاس کیا جاتا ہے کہ اُنھوں نے حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اُصول سے

تمتّع ز ہر گوشۂ یافتم	ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم

کی تقلید میں مختلف علما و فضلا سے استفادہ کیا۔ علاّمی ابو الفضل کے شاگرد رشید مُلاّ عبد الحمید لاہوری نے بادشاہنامہ میں بوقائع ۱۰۵۰ھ لکھا ہے" مُلاّ سعد اللہ لاہوری حافظ قرآن مجید اور فضائل و کمالات عقلی و نقلی سے آراستہ و پیراستہ اور حسنِ تقریر اور لطفِ تحریر اور رسائی فہم و ذکا اور کثرت معلومات میں اپنا نظیر نہیں رکھتا" اور ایک اور مقام پر یوں لکھا ہے" علاّمۂ زماں فہامۃ العصر سعد اللہ خاں

علم معقول اور منقول کا فاضل عقل و دانش اور فرطِ معلومات اور فصاحت و بلاغت میں عقلاے زمانہ سے بازی لیگیا ہے"

سعد اللہ خاں کا دربارِ شاہجہانی میں داخل ہوکر روز افزوں ترقّی کرنا

جب اِس فاضل کے علم و فضل اور کمالات ظاہری و باطنی کی شمیم روح افزا نے لاہور کی محدود چار دیواری سے نکل کر دور و دراز ممالک کے مشام جان کو معطر کر دیا تو ۱۰۵۰ھ میں اُس کا آفتاب اقبال دربار شاہجہانی میں طلوع ہوا۔

مخفی نہ رہے کہ اُس زمانہ میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں سلاطین ہند و ایران میں اکثر علمی چوٹیں چلا کرتی تھیں چنانچہ حضرت عرش آشیانی شاہنشاہ اکبر کے عہد میں سلطان عباس فرماں رواے ایران نے ملّا وحید طاہر عجمی کی یہ رباعی دربار گُہر بار اکبری میں بھیجدی۔رباعی

زنگی بہ سپاہ و خیل و لشکر نازد	رومی بہ سنان و تیغ و خنجر نازد
اکبر بہ خزینۂ پُر از زر نازد	عبّاس بہ ذوالفقارِ حیدر نازد

رِ آشیانی اِس رباعی کو سُن کے کچھ جیں بجبیں ہوئے اور
بلبلِ ہندوستان ملک الشعرا فیضی کی طرف نگاہ کی یہاں کیا
تھا معشوق کی ترچھی نظروں سے تاڑ گئے کہ مزاج دشمنوں
کا بگڑا۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرنے دئے کہ ہاتھ جوڑ کر
عرض کی کیا بندگان عالی نے اِس رُباعی کا جواب نہیں سُنا
اور فی البدیہہ کہا۔ رباعی

فردوس بہ سلسبیل و کوثر نازد	دریا بہ گُہر فلک بہ اختر نازد
عبّاس بہ ذوالفقارِ حیدر نازد	کونین بہ ذاتِ پاکِ اکبر نازد

اللہ اکبر حاضرینِ دربار اِس برجستہ اور شُستہ و رُفتہ کلام کو سُنکے
پھڑک گئے اور یہ رباعی لکھوا کے شاہ ایران کے سفیر کو
دیدی گئی کہ اپنے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دینا۔
اِسی طرح عہد شاہجہانی میں ایران کے بادشاہ نے شاہجہاں
کو لکھا کہ جہان میں بہت سے ملک اور بہت سے بادشاہ
ہیں تم جمیع ممالک کے فرماں روا کب ہو جو اپنا لقب شاہجہاں
رکھ لیا ہے۔ شاہجہاں نے فضلاے دربار کو حکم دیا کہ اِس
تحریر کا معقول جواب سوچ کر حضور میں عرض کریں۔ اِس
زمانہ میں بقول صاحبِ ملاحتِ مقال سعد اللہ خان شیخ

عبد المؤمن سنبھلی کے لڑکوں کی تعلیم و تربیت پر جو شاہجہاں کے دربار میں دیوانِ تن[51] کے منصب پر سرفراز تھے مقرر تھے۔ اور اُن کی رفاقت میں رہتے تھے۔ چنانچہ سعد اللہ خاں کو شیخ عبد المؤمن کی زبانی یہ حال معلوم ہوا تو اُن سے کہا کہ اگر دربار شاہجہانی میں میری رسائی ہو تو اِس معمّہ کو میں حل کر سکتا ہوں۔ دیوان نے بادشاہ کے حضور میں یہ بات پُہنچائی اور وہاں سے سعد اللہ خاں کی طلبی ہوئی۔ خانصاحب نے دربار میں پُہنچ کے عرض کی کہ جہاں[52] اور ہند کے اعداد بقاعدہ ابجد مساوی ہیں پس شاہجہاں سے در اصل شاہِ ہند مُراد ہے۔ شاہجہاں کو یہ جواب بہت پسند آیا اور یہی سعد اللہ خاں کے دربار شاہجہانی میں پُہنچنے اور قرب و منزلت کا باعث ہوا[53]۔

مُلّا عبد الحمید لاہوری اور محمّد صالح کنبوہ اور خافی خاں وغیرہ

---

[51] غیاث اللغات اور لغات کشوری سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوانِ تن کی اصل دیوان تنخواہ ہے یعنی تن مخفف ہے تنخواہ کا۔ وارث علی

[52] یہ مطلب اِس شعر کے ذریعہ سے ادا کیا گیا ہے

ہند و جہاں زروے عدد چوں برابر است ۔۔۔ برشہ خطاب شاہجہاں زاں مقرر است

[53] محمّد افضل سرخوش نے اپنی کتاب کلیات الشعرا میں جو ۱۰۹۳ھ کی تالیف ہے اِس واقعہ کو مشہور شاعر ابو طالب کلیم کی طرف منسوب کیا ہے۔

شاہجہانی عہد کے مشہور اور مستند مورخین نے اِس بات کو اپنی اپنی تاریخوں میں درج نہیں کیا بلکہ سب نے بالاتفاق یہ لکھا ہے کہ شاہجہاں نے سعد اللہ خاں کے علم و فضل اور دیگر اوصاف حمیدہ کی شہرت سُنکر موسوی[۵۱] خاں صدر الصدور[۵۲] کو حکم دیا کہ مُلّا سعد اللہ کو طلب کرکے ہمارے دربار میں پیش کرو۔ اُنہوں نے سعد اللہ خاں کو بُلا کے ۱۷ رمضان [۵۳] ۱۰۵۰ھ کو

---

[۵۱] موسوی خان صدر الصدور سادات مشہد مقدس میں سے تھے عہد جہانگیری میں شاہی ملازم ہوئے۔ پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں داروغہ آبدار خانہ مقرر ہوے اور ترقی پاکر اخیر عہد جہانگیری میں صدارت کل کے معزز عہدے پر بمنصب دو ہزاری پانصد سوار سرفراز ہوئے۔ شاہجہاں کے عہد میں چارہزاری منصب تک ترقی پاکر ۱۷ یا ۱۸ صفر ۱۰۵۴ھ میں انتقال کیا۔ آگرہ میں جو محلہ فی زمانا کچہری گھاٹ کے نام سے موسوم ہے وہاں انہیں موسوی خاں کی کچہری جمنا کے کنارے واقع تھی یہی اُس کی وجہ تسمیہ ہے ۱۲

[۵۲] عہد شاہی میں صدر الصدور یا صدارت کُل ایک معزز عہدے کا نام تھا۔ تمام مذہبی اوقاف اور مذہبی جاگیرات کا انتظام اسی عہدہ دار کے متعلق ہوتا تھا۔ علما و فضلا و مشائخ و سادات کے حصّے اور وظائف اور اراضی مدد معاش کے معاملات بذریعہ صدر الصدور طے ہوتے تھے ۱۲

[۵۳] خافی خاں نے منتخب اللباب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اِس سے پہلے بھی سعد اللہ خاں ایک مرتبہ دربار شاہجہانی میں آئے تھے۔ بادشاہ نے حسب قاعدہ اُن کا روزانہ وظیفہ مقرر کرنا چاہا لیکن سعد اللہ خاں نے اُس کے لینے سے انکار کیا ۱۲

شاہجہاں کی خدمت میں پیش کیا۔

سلاطین ایشیا اور خصوصاً مسلمانوں میں کوئی شخص صرف علم و فضل اور قلم کے زور سے سلطنت کا کوئی اعلیٰ عہدہ نہیں حاصل کر سکتا تھا بلکہ جو شخص فنونِ حرب میں اپنے آپ کو جس لیاقت کا ثابت کرتا اُسی کے مطابق وہ سلطنت کے ملکی عہدے پانے کا مستحق خیال کیا جاتا تھا۔ہندوستان کے سلاطین چغتائیہ میں ایشیا کے اِس دستور العمل کی اِس سختی سے پابندی ہوتی تھی کہ خاص شاہزادوں کو بھی جب تک وہ کسی مہم پر مامور ہوکر اپنے آپ کو فنونِ حرب کا ماہر نہ ثابت کرلیں کسی منصب پر مقرر نہ کیا جاتا تھا۔جس طرح ہمارے اِس گئے گذرے زمانہ میں ملازمت کے واسطے مختلف لیاقت و اسناد قابلیت کی ضرورت ہے اِسی طرح اُس عہد میں جملہ خدمات کے واسطے خواہ وہ ملکی ہوں یا فوجی فنونِ حرب کی واقفیت کی ضرورت تھی۔عہد اکبری سے دہ باشی (دس سواروں کا افسر یا جمعدار) سے لیکر پنج ہزاری تک کے منصب مقرر تھے۔شاہجہاں کے عہد میں ہفت ہزاری تک ترقی ہوئی۔منصب کے مطابق تنخواہیں تھیں اور تنخواہ

کے عوض میں اُسی محاصل کی جاگیر عطا ہو جاتی تھی۔ انہیں اہلِ سیف میں سے ہر شخص اپنی لیاقت کے مطابق ملکی عہدوں اور اہلِ قلم کے کام پر مامور کیا جاتا تھا۔ لیکن لڑائی کے وقت جس جس کا نام تجویز کیا جاتا خواہ وہ اہلِ سیف سے ہو یا اہلِ قلم سے سب کو بلا عذر شریک جنگ ہونا پڑتا تھا۔ علما اور مشائخ اور آئمۂ مساجد اور دیگر صاحب کمال شرفا کے واسطے جاگیر بنام مدد معاش مقرر ہو جاتی تھی اور وہ خدمت سے معاف تھے۔

سعد اللہ خاں جو بہ حیثیت ایک عالم و فاضل کے دربار شاہجہانی میں پیش ہوئے حسب قاعدہ مقررہ اُن کی جاگیر بطور مدد معاش کے مقرر ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن بادشاہ نے جو قدر دان اور کمال کا جوہری تھا قیافہ شناسی کی کسوٹی سے اِس نوجوان فاضل کی استعداد کار دانی اور کار گزاری کا حال معلوم کرکے خلعتِ خاصہ اور طویلہ خاص سے گھوڑا مرحمت فرمایا۔ اور بزمرۂ بندگان خاص منسلک فرماکر خدمت عرض مکرر پر متعین فرمایا۔ یہ وہ خدمت تھی جسپر سوائے معتمدانِ خاص اور امرائے تجربہ کار کے اَور کوئی نہیں مقرر ہو سکتا تھا۔

سعد اللہ خاں نے اس عہدے پر مقرر ہو کے جس عجلت
سے ترقی کی وہ نقشۂ ذیل سے ظاہر ہوگی۔

پندرھویں[15] سال جلوس شاہجہانی سنہ ۱۰۵۱-۵۲ھ میں منصب ہزاری دو صد
سوار اور خطاب خانی عطا ہوکر داروغگی دولتخانہ خاص پر تقرری ہوئی

سولھویں[16] سال ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۰۵۳ھ کو ایک فیل طویلہ خاص سے مرحمت
ہوا اور پانچ سو سوار کی بیشی ہوئی۔

سترہویں[17] سال ۱۸ رمضان سنہ ۱۰۵۳ھ کو خلعت خاصہ عطا ہوا اور منصب
دو ہزاری پانصد سوار مقرر ہوکر خدمت میر سامانی مرحمت ہوئی۔

اٹھارھویں[18] سال ۸ شوال سنہ ۱۰۵۴ھ کو خلعت عطا ہوکے منصب دو ہزار
پانصدی شش صد سوار مقرر ہوا۔

اسی سال ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۰۵۴ھ کو پانصدی ذات کا اضافہ ہوا۔

اسی سال ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۰۵۵ھ کو منصب سہ ہزاری پانصدی ہشت
صد سوار مقرر ہوا۔

انیسویں[19] سال ۳ جمادی الثانی سنہ ۱۰۵۵ھ کو بمقام کشمیر خلعت خاصہ اور
قلمدان مرصع مرحمت ہوکر منصب چار ہزاری ہزار سوار مقرر ہوا
اور دیوان خالصہ کی خدمت عطا ہوئی۔

ابتدائے ملازمت سے چار برس دس مہینے اور چار دن کے بعد ۲۱ رجب

۱۰۵۵ھ کو کشور ہند کے سب سے بڑے اور معزز عہدے دیوان اعلیٰ اور وزیر اعظم پر مقرر ہو کے خلعت خاصہ اور جمدھر مرصّع مع پھول کٹارہ کے مرحمت ہوا۔

اس قلیل مُدّت میں سعد اللہ خاں کا وزارت کے معزز عہدے پر پُہنچ جانا اُس کی عام قابلیت اور مدبّری اور شاہجہاں کی قیافہ شناسی قدر دانی اور کمال پروری کی بہت اچھی دلیل ہے۔

سعد اللہ خاں کے اوصاف حمیدہ و حُسنِ تدبیر نے شاہجہاں کے دل میں جو اثر پیدا کیا تھا وہ ذیل کے معتبر بیان سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔

صاحب مآثر الامرا تحریر فرماتے ہیں کہ خاندوراں خاں صوبہ دار دکن کی وفات کی خبر جب دربار میں پُہنچی تو شاہجہاں نے اسلام خان مشہدی سے جو اُس وقت وزیر اعظم تھے فرمایا کہ خانصاحب دکن کی صوبہ داری کے لئے کسی کو تجویز کرو۔ اسلام خاں یہ سُنکر اپنے مکان پر چلے آئے اور اپنے مشیروں سے آکے صلاح لی کہ دکن کی صوبہ داری کے لئے میں بادشاہ سے درخواست کرونگا تم لوگوں کی کیا راے ہے سبھوں نے بالاتفاق تعجّب سے جواب دیا کہ ایسے معزز عہدے یعنی

وزارت اعظم کو چھوڑ کے حکومت دکن پر جانا دانائی سے بعید
ہے۔ اسلام خاں نے کہا بیشک تمہاری راے درست ہے۔
لیکن بادشاہ سعد اللہ خاں کا لوہا مان گیا ہے اور ہر وقت
اُس پر خاص عنایت کی نظر ہے اُس کا دلی منشا یہ ہے
کہ سعد اللہ خاں وزیر اعظم ہو صرف موقع کی تلاش تھی
اب کہ دکن کی صوبہ داری خالی ہوئی بادشاہ نے محض
اِس غرض سے مجھ سے دریافت کیا کہ میں خود اپنے مُنہ سے
دکن جانے کی آرزو ظاہر کروں۔ بہتر ہے کہ میں ایسا ہی
کروں اِس میں میری بات بھی رہجائے گی اور سعد اللہ خاں
پر احسان رہیگا۔ اور اگر بادشاہ نے اپنی راے سے سعد اللہ
خاں کو وزیر اعظم کر کے مجھے وہاں بھیجدیا تو ناحق ذلت ہوگی۔
پس اسلام خاں اُسی دن شام کو شمشیر و سپر حمائل کر کے
خلاف معمول بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوے اور عرض کی
کہ حضور صوبہ داری دکن کی تمنّا اِس وقت مجھے کشاں کشاں
لے آئی ہے۔ بادشاہ خوش ہو گیا اور فرمایا کہ اچھّا پھر اپنی
جگہ کے واسطے تم نے کسے تجویز کیا ہے۔ اسلام خاں نے
آداب بجا لا کے عرض کی کہ جہاں پناہ اِس عہدے کے لئے

سعد اللہ خاں سے بہتر میں کسی کو نہیں پاتا بادشاہ نہایت خوش ہوا اور اسلام خاں کی تجویز کی نہایت تعریف کی۔ چنانچہ اسلام خاں تو خوشی بخوشی دکن روانہ ہو گئے اور سعد اللہ خاں مسند وزارت اعظم پر جلوہ افروز ہوئے۔

ناظرین آپ نے دیکھا کہ بہ اعتبار عہدے اور عزّت کے تو ہمارے خانِ والا شان کو معراج حاصل ہو گئی اب اِس سے اعلیٰ درجہ بادشاہ کے اختیار میں کوئی نہیں ہے جو اُنہیں دے اور یہ ترقی شاہی نوکری کی ابتدا سے پانچ برس سے کم عرصہ میں حاصل ہو گئی قدر دانی اور بیدار مغزی اِس کا نام ہے نہ کہ پچاس پچاس برس ایک ہی جگہ ایڑیاں رگڑا کرو اور کوئی خبر نہ ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ لیکن چونکہ ترقی بلحاظ منصب فوجی عمل میں آتی تھی جس کی انتہا اُس عہد میں ہفت ہزاری تک تھی لہذا بتواریخ ذیل اُن کی فوجی ترقی عمل میں آئی۔

۱۵۔رمضان ۱۰۵۵ھ کو منصب پنج ہزاری ذات دو ہزار سوار مقرر ہوا اور عَلَم و نقارہ جو اُس عہد میں سب سے زیادہ امارت کی دلیل تھی عطا ہوا۔

۱۴-ذی الحجہ ۱۰۵۵ھ کو منصب شش ہزاری دو ہزار سوار مقرر ہوا-
اور ایک ہاتھی اور ہتھنی مع ساز طلائی مرحمت ہوئے۔
۸-ربیع الثانی ۱۰۵۶ھ کو منصب شش ہزاری سہ ہزار سوار مقرر ہوا-
۴-جمادی الثانی ۱۰۵۶ھ کو منصب شش ہزاری چہار ہزار سوار مقرر ہوا-
۵-شعبان ۱۰۵۶ھ کو منصب شش ہزاری پنج ہزار سوار مقرر ہوا-
۸-شوال ۱۰۵۶ھ کو منصب شش ہزاری ذات شش ہزار سوار مقرر ہوا-
۸-ربیع الثانی ۱۰۵۸ھ کو منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار مقرر ہوا
اور ایک عربی النسل گھوڑا مع ساز طلائی کے طویلہ خاص سے مرحمت ہوا
۲۴-ربیع الاوّل ۱۰۵۸ھ کو سواران موجودہ میں ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ
قرار پائے۔
۱۰۵۹ھ میں بہ ایام روانگی قندھار دو ہزار سوار دیگر دو اسپہ سہ اسپہ
مقرر ہوئے۔
۱۰۶۰ھ میں انتہائے ترقی تھی یعنی ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار منجملہ
اُن کے پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوکر دو کرور دام
سالانہ انعام کی ٹھیری۔

سعد اللہ خاں صاحب کی تنخواہ

تنخواہ سعد اللہ خاں کی بارہ کرور دام سالانہ تھی اور دو کرور

دام سالانہ انعام ملتا تھا۔ یہ چودہ کرور دام سالانہ ہوا جس کے ۳۵ لاکھ روپیہ سالانہ ہوتے ہیں۔ مگر ایّام جشن یا کسی اور خاص کارگذاری کی حالت میں جو انعام و اکرام مرحمت ہو جاتے تھے وہ اِس کے علاوہ ہیں۔

سعد اللہ خاں کی ملکی خدمات۔ عدل و انصاف۔ اور اُس کے عہدِ وزارت کے چند دلچسپ واقعات

اِس عالی دماغ مدبّر کے حالاتِ زندگی کی نہایت دلاویز تصویر ہے جس سے اُس کا نام نامی آئندہ نسلوں میں ہمیشہ عزّت و ادب کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔ اور جن اوصاف و خوبی کی وجہ سے تمام مورخین نے بالاتفاق تعریف و توصیف کے مرصّع سہرے اُس کے سر پر باندھے ہیں وہ اُس کی دیانت و امانت۔ رعایا پروری۔ عدل و انصاف وغیرہ اوصاف حمیدہ ہیں۔ اِس انصاف و عدل کے صاحب کمال جوہری نے بادشاہ اور رعایا کے باہمی معاملات کو ہمیشہ اپنی میزان عدل میں سونے کی تول تولا۔

عہدِ اکبری میں راجہ ٹوڈر مل۔ خواجہ مظفر علی الملقب بہ مظفر خان۔ خواجہ شاہ منصور۔ اور جہانگیر کے زمانہ میں اعتماد الدولہ وغیرہ بڑے بڑے قابل معاملہ فہم اور کار گزار دیوان تھے۔ مگر جن لوگوں نے کتب تاریخ کو بغور دیکھا ہے اُن پر پوشیدہ نہیں کہ شاہی مطالبہ کی تشخیص میں یہ لوگ سخت گیری کے دھبّے سے پاک نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اِن کے اختیارات کے مقابلہ میں دل جلی رعایا نے اپنے دل کے پھپھولے پُر زور قلم کی نوک سے پھوڑے ہیں۔ مثلاً کسی دل جلے نے راجہ ٹوڈر مل کی نسبت یوں کہا ہے۔

آنکہ شد کار ہند ازو مختل	راجۂ راجہاست ٹوڈر مل

خواجہ مظفر علی جب ۹۷۱ھ میں دیوان ہوئے تو لوگوں نے اُن کی تقرری کی تاریخ لفظ ظالم (۹۷۱) میں نکالی۔ اہلِ ظرافت میں یہ شعر مشہور چلا آتا تھا۔

سگِ کاشی بہ از خراسانی	گرچہ صد بار سگ زکاشی بہ

دل جلوں نے جو ان کی سختی کی وجہ سے بہ نسبت راجہ ٹوڈر مل کے اِن سے زیادہ جل رہے تھے اِس شعر کی یوں اصلاح کی۔

گرچہ صد بار سگ ز راجہ بہ		سگِ راجہ بہ از مظفرؔ خاں

خواجہ شاہ منصور کا نام یار لوگوں نے دمدار ستارہ رکھا تھا۔
جس وقت کوچہ و بازار میں اُن کی سواری نکلتی تو لوگ
اشاروں اور کنایوں میں لعنت و نفرت کے طوق اُن کے
گلے میں ڈالتے۔اُس زمانہ کے شاہی خیرخواہ تو درکنار۔ہمارے
اِس زمانہ کو تمدّن و تہذیب کا بڑا دعویٰ ہے اور یوں بھی
جب سے اب تک دنیا کی عمر میں تین سو برس کی زیادتی
ہو گئی ہے اُسے بہت سا تجربہ حاصل ہو جانا چاہیئے مہذّب
گورنمینٹیں اپنی تہذیب و کمال پر ناز کیا کریں مگر یار لوگ
تو سرکاری خیرخواہی میں غریب رعایا کا بھیجا کھا ہی جاتے
ہیں اور گورنمنٹ کی خوشی کے لئے تشخیص مطالبہ جات
سرکاری میں گورنمنٹ ہی کے پلڑے کو بھاری رکھتے ہیں۔
برخلاف اِس کے ہمارے خانصاحب نے اپنی وزارت کے
زمانہ میں رعایا اور مساکین کے فائدے کو مدنظر رکھا اُن کا
قول تھا کہ اجراے بدعت و مردم آزاری میں ہرگز ہرگز کفایت
نہیں ہوتی بلکہ رعایا کی غمخواری اور دلداری باعثِ افزونیٔ
خزانۂ شاہی ہے اور رب العالمین بھی اِس سے خوش

ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ سعد اللہ خاں کو کبھی کسی نے
بُرا نہیں کہا نہ اُن کی نسبت سبک الفاظ مستعمل کئے۔

خافی خان نے لکھا ہے کہ سعد اللہ خاں میں بہترین صفت
یہ تھی کہ وہ معاملات مالی و ملکی کو نہایت دیانت و امانت
سے سر انجام دیتے تھے۔تمام مدّت وزارت میں اُن کا قلم
بدعت و مردم آزاری پر نہیں اُٹھا بلکہ وہ اُن مقدمات اور
محاسبات کو رفع دفع کر دیتے تھے جن میں رعایا اور مساکین
کا نقصان ہوتا تھا۔

اکبر کے مشہور وزیر ابو الفضل نے آئین اکبری اور اکبر نامہ
لکھ کے اگرچہ ہزاروں برس کی اِس خام خیالی کو کہ صرف
ایک ہی شخص یعنی شاہِ وقت ہی سب کچھ ہے اور سوائے
اُس کے اَور کوئی شخص اِس قابل نہیں کہ مؤرخ اُس کا ذکر
کرے دور کرنے کی کوشش کی مگر افسوس ہے کہ آئندہ
مؤرخین نے پورے طور سے ابو الفضل کی پیروی نہیں کی۔
یہی وجہ ہے کہ آج ہم سعد اللہ خان کے مفصّل انتظامی حالات
اور جزئیات بیان کرنے سے معذور ہیں۔

شاہجہانی اور عالمگیری عہد کے جملہ مؤرخ اِس بات میں

متفق اللفظ ہیں کہ ہندوستان نے سعد اللہ خاں کے عہد وزارت میں بہت رونق پائی اور شاہجہاں کے مزاج میں اُن کا ایسا رسوخ اور اعتبار تھا کہ سوائے مقدمات وزارت کے جملہ امورات کلی و جزئی اور مالی و ملکی اُنہیں کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے اور شاہجہاں کو اُن سے ایسی محبت تھی کہ تمام ایام وزارت میں اُس نے اُنہیں چار پانچ مرتبہ سے زیادہ اپنی آنکھ سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔

سعد اللہ خاں کے حسن انتظام سے محاصل میں جو بیشی ہوئی اُس کی تصدیق مُلّا عبد الحمید لاہوری مؤلف بادشاہ نامہ کی اس تحریر سے ہوتی ہے۔

عہد شاہجہانی کی آمدنی اور خرچ

شاہجہاں کی تخت نشینی کے وقت کل ملکی آمدنی ۱۷ کرور ۵۰ لاکھ روپیہ اور محالات خالصہ کی آمدنی صرف ۵۰ لاکھ روپیہ تھی۔ ڈیڑھ کرور روپیہ خالصہ شاہی میں اس تفصیل سے خرچ ہوتا تھا کہ ۵۰ لاکھ روپیہ آمدنی خالصہ سے اور ایک کرور روپیہ خزانۂ عامرہ سے۔

اِس مبارک عہد کے عدل و انصاف سے ملک ایسا

سرسبز و شاداب ہؤا[ف۱] کہ یوماً فیوماً مداخل میں ترقی اور مخارج میں زیادتی ہونے لگی۔ چنانچہ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ملکی آمدنی ۲۲ کروڑ[ف۲] اور خالصۂ شاہی کی آمدنی ۳ کروڑ روپیہ تھی۔ اِسی حسن انتظام کا نتیجہ تھا کہ شاہجہاں نے اپنے عہد کے بیسویں سال تک علاوہ اخراجات ملکی کے ۲۲ کروڑ ۹۶ لاکھ روپیہ بہ تفصیل ذیل عمارات و انعامات وغیرہ غیر معمولی اخراجات میں صرف کیا اِسپر بھی اخیر عہد میں ۲۴ کروڑ روپیہ نقد اور ۱۵ کروڑ روپیہ کا سونا چاندی اور جواہرات خزانہ شاہی میں چھوڑا:-

تفصیل اخراجات

سال اوّل جلوس میں بایّام جشنِ تخت نشینی اُمرا اور سادات اور مشائخ اور شاہزادوں کو انعام مرحمت ہوا۔ ایک کروڑ ۸۰ لاکھ اس کے علاوہ چار لاکھ بیگہ زمین اور ۱۲۰ مواضعات۔

حاشیہ ف۱ خافی خاں نے اِس کی نسبت یوں لکھا ہے کہ "بر عقلا ظاہر است کہ اگرچہ در ملک گیری استقلال بہ از محمد اکبر بادشاہ رونق افزاے سلطنتِ ہندوستان در تیموریہ نبودہ امّا در بندوبست و نسق و فراہم آوردن خزانہ و آبادکاری ملک و قدر دانیٔ سپاہ و رفاہِ لشکر بہ از شاہجہاں در عرصۂ پُر وسعت فرماں فرماے نہ گردیدہ" ۱۲

ف۲ اخیر عہد میں ۲۳ کروڑ روپیہ تک بیشی ہوئی ۱۲

دوسرے سال سے بیسویں سال جلوس تک انعامات میں صرف ہوا۔ نوکرور ۶ لاکھ

مصارف جنگ بلخ و بدخشاں .. .. ۴ کرور

تیاری عمارات میں .. .. ۲ کرور ۶۰ لاکھ

عمارات کے خرچ کی تفصیل یہ ہے

روضۂ تاج گنج	دیگر عمارات قلعۂ آگرہ	قلعہ دہلی	جامع مسجد دہلی
۵۰ لاکھ	۶۰ لاکھ	۵۰ لاکھ	۱۰ لاکھ
عمارات لاہور	عمارات کابل	عمارات کشمیر	عمارات قندھار
۵۰ لاکھ	۱۲ لاکھ	۸ لاکھ	۸ لاکھ
عمارات احمد آباد و اجمیر			
۱۲ لاکھ			

تیاری تخت طاؤس بقول ٹیورنیر جوہری .. .. ۶ کرور ۵۰ لاکھ

میزان کل ۲۳ کرور ۹۶ لاکھ

محمد امین متصدی سورت یعنی رعایا پروری کا

ایک دلچسپ واقعہ

آج کل کے اکثر مؤرخ جو سلاطین اسلام کے عہد سے ظلم و ستم کے من گھڑت افسانے اپنی جولانی طبیعت اور تعصب کے تیز و تند اوزاروں سے گڑھ گڑھ کے مشتہر کرتے رہتے ہیں وہ ذرا چشم بصیرت سے تعصب کی پٹی ہٹا کر

اِس رعایا پروری کے تاریخی واقعہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

سلاطین اسلام کے عہد میں ایک بڑی ذمّہ داری کا عہدہ وقائع نگاری یعنی پرچہ نویس کا تھا۔ اِس عہدہ پر نہایت متدین اور ایماندار لوگ مقرر کئے جاتے تھے۔ ہر لشکر ہر صوبہ کے صدر مقام ہر بندرگاہ اور بڑے بڑے مقامات میں وقائع نگار متعیّن ہوتے تھے۔ اور یہ لوگ کسی صوبہ دار یا سپہ سالار کے ماتحت نہ ہوتے تھے بلکہ اُن کا تعیّن براہ راست دربار شاہی سے ہوتا تھا۔ وہ روزانہ ہر قسم کے واقعات قلمبند کرکے اُس کی ایک نقل دربار شاہی میں بھیج دیا کرتے تھے۔ اِس انتظام سے دربار میں ہر قسم کی خبریں بادشاہ کو برابر پہنچا کرتی تھیں اور صوبہ دار اور اُمراء جو ممالک دور و دراز میں متعیّن ہوتے تھے اِن وقائع نگاروں کے خوف سے کوئی امر خلاف قانون کرنے کی جُرأت نہ کرسکتے۔ اور اِس امر کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ امراء سے جب کوئی فعل خلاف قانون صادر ہوا اور اُنھوں نے شاہی خوف سے وقائع نگار کو طمع یا دھمکی دی کہ اِس معاملہ کو پرچہ میں درج نہ کرو تو وقائع نگاروں نے اُن کی کچھ پروا نہیں کی

اور اُن کی ایک نہیں مانی ہے۔ اور بعض موقعوں پر اپنے فرائض منصبی کو ایمانداری سے بجا لانے پر اپنی جان عزیز کھو بیٹھے ہیں۔

چنانچہ وقائع سورت[له] سے معلوم ہوا کہ محمدؐ امین متصدّی (حاکم) بندر سورت تشخیص مال و ابواب میں سختی اور ظلم کرتا ہے۔ دربار شاہجہانی سے فوراً اُس کی ضبطی جاگیر اور منصب کا حکم صادر ہوا۔ اور محمدؐ امین گرز بردار کے ذریعہ سے گرفتار ہو کے دربار میں لایا گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ سرِ دربار اِس ظالم کی آستین میں سانپ چھوڑا جائے۔ چند اُمراء نے سفارش بھی کی مگر وہ نہایت سختی سے نا منظور کی گئی۔

اُس زمانہ میں سورت شاہجہاں کی سب سے بڑی بیٹی جہاں آرا بیگم کی جاگیر میں تھا۔ جو بیگم صاحبہ کے لقب سے موصوف اور عہد شاہجہانی میں سب سے زیادہ با اقتدار تھیں دربار کے متصدیوں اور محمدؐ امین کے ہوا خواہوں نے

حاشیہ [له] جس طرح آج ہمارے زمانہ میں بمبئی سب سے مشہور تجارتی شہر اور ہندوستان کا سب سے بڑا بندر گاہ ہے اسی طرح شاہان مغلیہ کے عہد میں شہر سورت بندر گاہ تھا ۱۲

جب دیکھا کہ کسی طرح اُس کی جان بچتی نظر نہیں آتی تو بیگم
صاحبہ کی خدمت میں پہُنچ کے نہایت عجز و الحاح سے ایک
رقعہ سفارشی لکھوایا- جب یہ رقعہ بادشاہ نے دیکھا ہے تو
اُس کے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ تھی- محمّد امین کو تو
حوالات میں بھیجا اور خود غصّہ سے کانپتے ہوئے محل میں گئے
اور پیاری بیٹی کو سامنے بُلا کے خوب ہی گھُرکا جھِڑکا اور فرمایا
کہ تم لوگ ہمیں عدل سے سلطنت نہیں کرنے دیتے- حالانکہ
بندر سورت تمہاری جاگیر میں ہے مگر تم ایسی اندھی اور بہری
ہو کہ تم نے ایسے ظالم ناپاک کی سفارش مجھ سے کی جس نے
محض اظہار خیر خواہی کے واسطے میری رعیّت کو جو تم سے زیادہ
مجھے پیاری ہے برباد کر دیا اور اِس قدر تشخیصِ محصول میں
سختی کی کہ بہت سے لوگوں نے مجبور ہو کے اپنے خورد سال
بچّوں کو فروخت کر کے سرکاری محصول ادا کیا- تمھیں یہ خبر
نہیں کہ بندر گاہ سورت ہفت اقلیم کے لوگوں اور سوداگروں
کے آنے جانے کی جگہ ہے جب قرب و جوار کے بادشاہوں کو
اِس حال کی اطلاع ہو گی تو وہ میرے اور تمہارے جنم میں
کیا کیا تھوکیں گے اور میری کیسی بدنامی ہو گی اُدھر

رب العالمین کا غضب اگر نازل ہو جائے تو کچھ تعجب نہیں۔ کیا تم یہ نہیں جانتیں کہ مالگذار رعیت باعث آبادی ملک اور موجب افزونی خزانہ و لشکر شاہی ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں شاہجہاں کی چہیتی بیٹی ہوں اگر پھر کبھی تم نے ایسے لوگوں کی سعی سفارش کی یا میں نے تمہاری جاگیر میں ایسی انہونی سُنی تو جہاں آرا تجھے وہ سزا دونگا کہ زمانہ کانپ اُٹھے گا۔ بیٹی کو اوّل تو محمدؐ امین کے اِس ظلم و ستم کی مطلق خبر نہ تھی پھر باپ کے جو ایسے تیور پھرے دیکھے تو خوف سے روکے قدموں پر گر پڑے اور معافی مانگی۔ شاہجہاں نکلا ہوا پھر دربار میں چلا آیا اور حکم دیا کہ محمدؐ امین کو میرے سامنے لاؤ اور اِسی وقت میرے سامنے سانپ اُس کی آستین میں چھوڑا جائے تمام دربار ہل گیا کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ مُنہ سے ایک لفظ بھی نکالے۔ اِسی حالت میں دیکھتے کیا ہیں کہ سعد اللہ خاں کے نائب راجہ رگھناتھ رائے نے زمین خدمت کی چومی اور نہایت عجز و انکسار سے دست بستہ عرض کی کہ جہاں پناہ کی دولت و اقبال کا آفتاب ہمیشہ خط نصف النہار پر رہے اگرچہ ظالم کی شفاعت کرنا خود بھی

اُس کے ظلم میں شریک ہونا ہے اور جو ایسی شفاعت کرے وہ خود سزاوارِ عقوبت ہے مگر بندگانِ عالی یہ تو خیال فرمائیں کہ مظلوم رعایا کا بہت سا روپیہ اِس ظالم کے ذمّہ ہے۔ جب تک بخوبی اُس کی تحقیقات ہوکے مظلوموں کا روپیہ واپس نہ ہو جاے اُس وقت تک اِس کے قتل میں تامّل فرمایا جاے۔ شاہجہاں نے اِس تقریر کو سُنا اور محمدؐ امین کو راجہ رگھناتھ کے حوالہ کر دیا کہ تحقیقات کے بعد جس قدر روپیہ رعیت سے زیادہ لیا گیا ہے واپس کرایا جاے۔ راجہ رگھناتھ رائے نے سزاولِ شدید متعیّن کرکے جس جس سے جتنا جتنا روپیہ زیادہ وصول کیا گیا تھا واپس کرا دیا گیا۔

رعایا کی خوش حالی

اِس عدل و انصاف کی وجہ سے رعایا کی خوش حالی اور فارغ البالی کا یہ حال تھا کہ ایک موقع پر جبکہ شاہجہاں مع خدم و حشم ایک دریا سے عبور کر رہا تھا۔ رعایا میں سے کسی نے بہ آواز بلند کہا کہ اِس با برکت زمانہ میں جملہ نیکیاں موجود ہیں۔ بادشاہ عادل۔ وزیر اعظم جُزرس۔ اہلکار متدین خلق اللہ مرفہ حال۔ پس اِن عطیاتِ ایزدی کا شکریہ بادشاہ

پر واجب ہے۔ اِس آواز کو سُن کے بادشاہ نے سواری کو روک لیا اور بندگانِ خاص کو بُلا کے فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور خلوصِ دل سے بارگاہ ایزدی میں شکریہ ادا کر کے اُس شخص کو خلعت عطا فرمایا۔ سعد اللہ خاں نے عرض کی کہ ”مصالح بقدر خواہش و خواہش بقدر جوہر پاک بہم میرسد“ یعنی نیکیوں کی جس قدر خواہش کی جاے بہم پہنچتی ہیں اور نیکیوں کی خواہش اُسی قدر زیادہ ہوتی ہے جس قدر انسان کا اصل مادّہ پاک ہوتا ہے۔ پس اگر آدمی کی اصل میں بھلائی کا مادّہ زیادہ ہے تو نیکیوں کی خواہش بھی بہت ہوگی اور اگر کم ہے تو کم۔

سعد اللہ خاں کی وزارت کا ایک

جدید قاعدہ

سعد اللہ خان کی وزارت سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ کرُوڑیوں[ل۵] کو حق التحصیل فیصدی ۵ روپیہ سو روپیہ میں سے مجرا دیا جاتا تھا یعنی جب کرُوڑی سو روپیہ تحصیل کرے تو

[ل۵] کرُوڑی کو اس زمانہ کی اصطلاح میں تحصیلدار سمجھنا چاہئے۔ ایک کرور دام کی تحصیل پر ایک کرُوڑی مقرر ہوتا تھا ۵ روپیہ فیصدی حق التحصیل کے حساب سے کرُوڑی کی سالانہ تنخواہ ساڑھے بارہ ہزار روپیہ ہوتے تھے۔ روپیہ کے ۴۰ دام ہوتے ہیں ۱۲

۹۵ روپیہ خزانہ شاہی میں داخل کرے اور ۵ روپیہ بطور حق التحصیل خود لیلے۔ سعد اللہ خاں نے کفایت سرکار کے خیال سے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ کرُوڑی جب ایک سو پانچ روپیہ تحصیل کرلے تو پانچ روپیہ حق التحصیل کا مستحق ہے اگرچہ یہ ایک معمولی ترمیم تھی اور اس سے کرُوڑیوں کی تنخواہ میں کچھ زیادہ گھاٹا نہ آیا لیکن چونکہ اس میں غریب کرُوڑی کا کچھ نہ کچھ نقصان تو تھا ہی بدیں وجہ سعد اللہ خان عمر بھر نادم و خجل رہے اور ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اُس دن میرا ہاتھ خشک ہو جاتا اور میں قلم ہاتھ میں نہ لے سکتا تو اچھا ہوتا۔

سعد اللہ خاں کا انصاف

عہد اکبری میں راجہ ٹوڈر مل نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ عامل اور کرُوڑیوں کی سو سے کم فاضل رقم حساب میں مجرا نہ دی جائے اور سو سے زیادہ فاضل مجرا ہو شاہجہاں کے عہد میں دیوان اور متصدّیوں نے عاملوں کی فاضلات رقم مجرا دینے میں طرح طرح کی دِقّتیں عائد کر رکھی تھیں۔ جب فرد محاسبہ سعد اللہ خاں کے روبرو پیش ہوئی تو اُنھوں نے اُسپر یہ پُرمعنی حکم تحریر فرمایا ”اے مستوفی مثل ہندی مشہور است

لینا لینا دینا دینا ہرگاہ ضابطۂ سرکار چناں قرار یافتہ باشد کہ از
صد بالا فاضل مجرا ست چرا بہ بدعت و دعاے بد عاقبتی براے
خود و ما راضی میشوی" یعنی اے مستوفی یہ ہندی مثل مشہور
ہے کہ لینا لینا دینا دینا جب قاعدۂ سرکار یہ مقرر ہے کہ سو سے
زیادہ فاضل مجرا ہو تو کس واسطے اِس بدعت اور ہمارے اور
اپنے لئے دعاے بد عاقبتی پر راضی ہوتے ہو۔

معافی بقایاے مالگذاری

محالات خالصہ شاہی کی بقایاے مالگذاری کی فہرست جب
سعد اللہ خاں کے سامنے پیش ہوئی تو اُنھوں نے اُس پر
یہ حکم صادر فرمایا کہ اِس منارۂ برف کو آفتاب کے سامنے رکھو
اور بعد گرمی کے جو باقی رہے اُس کے باز یافت کی کوشش کرو
یعنی جو لوگ بوجہ عدم استطاعت طاقتِ اداے بقایاے مالگذاری
نہیں رکھتے اُنہیں بعدِ تحقیقات معاف کردو اور باقیوں سے
وصول کرنے کی کوشش کرو۔

امداد قحط پنجاب

۱۰۵۵ھ میں بارش کی کمی سے پنجاب میں قحط پڑگیا دربار
شاہجہانی سے حکم ہوا کہ پنجاب کے مختلف مقامات میں دس

لنگر خانے جاری ہوں اور ہر ایک سے دو سو روپیہ روزانہ کی خوراک مسلمانوں کو پکّی پکائی اور ہندؤں کو بذریعہ جنس خام تقسیم ہوا کرے اور پچاس ہزار روپیہ اُن سفید پوش اور ضعیفوں میں تقسیم کیا جاے جو لنگر خانوں میں نہیں جا سکتے۔

۱۰۶۱ھ میں بوجہ اِمساک باراں صوبۂ پنجاب میں غلّہ پھر گراں ہو گیا اوّل پانی نہیں برسا اور تمام خریف خشک ہو گئی اُس کے بعد اِس شدّت سے مینہ برسا کہ چار پانچ مہینے تک تار بندھ گیا اور تخم ریزی ربیع کی نوبت نہ آئی اور جو ہوئی بھی تو بہہ گئی جمنے نہ پائی۔ شاہجہاں اِس زمانہ میں سیر کے لئے لاہور سے کشمیر جا رہا تھا رعایا کی اِس پریشانی کو دیکھکے رعایا اور مالگذاروں کے معاملات فیصل کرنے کے لئے سعد اللہ خاں کو پنجاب میں چھوڑا۔ اُنہوں نے دورہ کرکے سب معاملات کو نہایت عدل و انصاف سے طے کیا اور کشمیر میں شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

انفصالِ مقدمات کشمیر

اتفاق سے بارش کا جو حال پنجاب میں تھا وہی کشمیر میں ہوا تمام گلزاروں اور سبزہ زاروں سے رونق اصلی جاتی رہی بادشاہ

کو بھی وہاں کی سیر پسند نہ آئی اور فرمایا کہ دہلی اور لاہور کے خوش نما باغات اور باصفا مکانات چھوڑ کے حفظِ نفس کے واسطے اِس مسافت بعیدہ کو طے کرنا اور خلقِ خدا کی ایذا اور پریشانی سے خبر نہ ہونا طریقۂ یزداں پرستی سے دور ہے۔ پس دو ہی مہینے بعد وہاں سے کوچ کر دیا اور ملکی و مالی مقدمات کے انفصال کے لئے سعد اللہ خاں کو کشمیر ہی میں چھوڑا۔ نواب صاحب نے بہت جلدی جملہ مقدمات کو باحسن وجوہ فیصل کر دیا کہ رعایا بہت خوش ہوئی اور خود لاہور میں بادشاہ سے آن ملے۔

سعد اللہ خاں کی خوش انتظامی اپنی جاگیر میں

جو محالات خاص سعد اللہ خاں کی جاگیر میں تھے اُن کا انتظام بھی براہِ راست سعد اللہ خاں کے ہی ہاتھ میں تھا اِس لئے اُس کے اور اُس کے دیوان عبد النبی خاں[1] کی

[1] سعد اللہ خاں کی وفات کے بعد شاہجہاں نے عبد النبی خاں کو ملازمت شاہی میں رکھکے منصب ہزاری چہار صد سوار مقرر فرمایا عالمگیر کے عہد میں منصب دوہزاری ایک ہزار سوار ہو گیا پہلے فوجدار فتحپور بعدہٗ فوجدار متھرا رہے۔ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۷۹ھ کو موضع نہرہ کے مفسدوں کی گوشمالی کو گئے تھے کہ بندوق کی گولی سے دار آخرت کو سدھارے۔ متھرا کی جامع مسجد اِنہیں کی عمارت ہے۔ اگرچہ صرف دو ہزاری منصب رکھتے تھے اور بڑے ہر دل عزیز اور رعایا پرور تھے پس یہ اُن کی

خوش تدبیری اور رعایا پروری سے وہ سرسبزی و شادابی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ شاہنشاہ عالمگیر نے ایک رقعہ میں لکھا ہے کہ ایک دن اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) کے روبرو ذکر ہوا کہ سعد اللہ خاں کے گھر کی رونق اور اُن کی کثرتِ مال اور اُن کے محالات کی آبادی اُن کے دیوان عبد النبی خاں کی خوش انتظامی اور رعایا پروری کے باعث سے ہے۔ اور سعد اللہ خاں ہمہ تن کارِ سرکاری میں مصروف رہتے ہیں۔ ایک دفعہ شاہجہاں نے کنایتہً سعد اللہ خاں سے فرمایا کہ ہم نے سُنا ہے کہ تمہارے پاس سنگ پارس ہے اُسے ہماری نظر کرو۔ سعد اللہ خاں نے عرض کی کہ سنگِ پارس نے میرے پاس آکے عبد النبی خان کی صورت اختیار کرلی ہے۔ شاہجہاں نے الحمد للہ کہکے فرمایا کہ سعد اللہ خاں ہم تمہیں بھی سنگ پارس ہی جانتے ہیں اور عبد النبی خان کو تمہارے ہی پاس چھوڑتے ہیں۔

شاہجہاں کے بڑے بیٹے اور ولی عہد دارا شکوہ کو سعد اللہ خاں کی عزّت و اقتدار سے سخت رنج و حسد تھا جس کی وجہ کہیں اور ہم بیان کرینگے پس دارا شکوہ نے سعد اللہ خاں کے محالات کی سرسبزی و شادابی دیکھ کر شاہجہاں سے شکایت کی

کہ آپ کے وزیر نے ویران اور کم محاصل پرگنات تو چُن چُن کے مجھے دیدئے ہیں اور عمدہ و سرسبز و شاداب پرگنات اپنے حصّہ میں لگا لئے ہیں۔شاہجہاں نے تو یہ شکایت سُنی ہی نہیں بیٹے کی طرف سے چیں بجبیں ہوکے مُنہ پھیر لیا۔مگر جب اِس بات کی خبر سعد اللہ خاں کو ہوئی تو فوراً دارا شکوہ کے وکیل کو طلب کرکے اپنی جاگیر اُس کے سپرد کر دی اور شاہزادے کی جاگیر خود لیلی دو برس بھی نہیں گذرنے پائے تھے کہ وہ سرسبز و شاداب پرگنہ جو دارا شکوہ کو دئے گئے تھے اُس کے عمال کے ظلم و ستم سے ویران ہو گئے اور سعد اللہ خاں کی خوش انتظامی اور رعایا پروری سے ویران پرگنے جو اُس نے دارا شکوہ سے لیلئے تھے سرسبز و شاداب ہو گئے۔

دہلی کی جامع مسجد

شاہجہان آباد (دہلی) کی عالیشان اور خوشنما جامع مسجد جس کی با قاعدہ تعمیر اور عمارت کی تعریف و توصیف میں بڑے بڑے یوروپیئن انجنیر اور مبصرین فن عمارت متفق اللفظ ہیں سعد اللہ خان اور خلیل اللہ خان کے انتظام اور اہتمام میں تعمیر ہوئی ہے۔۱۰ شوال ۱۰۶۰ھ کو سعد اللہ خاں نے اُس کی

بنیاد رکھی اور چھ برس کے عرصہ میں دس لاکھ روپیہ کے صرف میں یہ عالیشان مسجد تیار ہو گئی۔

شاہجہاں کے مبارک عہد میں جس کثرت سے مسجدیں اور دیگر خوش نما عمارتیں تعمیر ہوئی ہیں اُس کی نظیر کسی دوسرے عہد میں نہیں ملتی۔ اور چونکہ شاہجہاں کا کوئی کام سعد اللہ خاں کی صلاح و مشورے سے ہرگز خالی نہیں ہوتا تھا اِس وجہ سے قیاس کیا جاتا ہے کہ خان صاحب کو فن عمارت سے بھی ایک خاص دلچسپی اور اُس میں کامل مہارت اور واقفیت حاصل تھی۔

سعد اللہ خاں کی فوجی خدمات

باوجود اِس کے کہ شاہجہاں نے سعد اللہ خاں کو جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں تمام ایام وزارت میں چار پانچ مرتبہ سے زیادہ اپنے پاس سے جدا نہیں کیا کہ جس کی وجہ سے میدان جنگ میں اُن کو اپنے جوہر شجاعت دکھانے کا بہت کم موقع ملا مگر اسپر بھی جس قدر موقع ملا اُنھوں نے فوجی خدمات کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیکر بڑے بڑے تجربہ کار سپہ سالاروں سے صاحب السیف کا خطاب بھی حاصل کیا۔

مہم بلخ ۱۰۵۵ھ

سلاطین چغتائیہ کو اکبر کے عہد سے اپنے ملک موروثی یعنی بلخ و بدخشاں و سمرقند کے فتح کرنے کی تمنا چلی آتی تھی ۱۰۵۵ھ میں شاہجہاں نے بھی نہایت دھوم دھام سے شاہزادۂ مراد بخش کو بلخ و بدخشاں کی مہم پر روانہ کیا بہت سی لڑائیوں اور کشت و خون کے بعد بلخ و بدخشاں[1] فتح ہوا۔ اور ۲ جمادی الثانی ۱۰۵۶ھ کو شاہجہانی لشکر بلخ میں داخل ہوا ہنوز پورے طور سے ممالک مفتوحہ کا انتظام نہ ہونے پایا تھا کہ شاہزادۂ مراد بخش کی عیش پسند طبیعت کو اُس ملک کی آب و ہوا پسند نہ آئی۔ اور وہاں کے قیام سے دل برداشتہ ہو کر شاہجہاں کو عرضی بھیجی کہ بندہ کو حضور میں طلب فرما کے کسی دوسرے سردار کو میری جگہ مقرر فرمایا جاوے اس عرضداشت سے شاہجہاں کو ملال پیدا ہوا اور فرمان ارسال کیا کہ ہم نے ارادہ کر لیا تھا کہ بعد فتح ملک بلخ و بدخشاں تمھیں عطا فرمائینگے اب خدا کے فضل و کرم

---

[1] فتح بلخ کی خوش خبری سن کے شاہ جہاں نے نہایت دھوم دھام سے آٹھ دن تک جشن منایا نصیرائے شیرازی نے فتح کی یہ تاریخ بطور تعمیہ کہکے پیش کی ؎

والی توراں برآراز ملک توراں وا گہے ۔۔۔ ثانی صاحبقراں بنشاں بجائش کن حساب

۴۷ ۔۔۔ ۹۰ ۔۔۔ ۱۰۱۲ ۔۔۔ ۱۰۵۶ھ = ۱۰۱۲ + ۴۷ - ۹۰

سے ہماری خاندانی آرزو بر آئی ہے لیکن پھر بھی اب تک
پورے طور سے ملک پر تسلط نہیں ہوا نہ کچھ انتظام ممالک مفتوحہ
کا ہونے پایا ہے لہذا صلاح دولت اسی میں ہے کہ کچھ دنوں
تک عیش و عشرت کے ساتھ وہیں فرماں روائی کرو۔ باوجود
اس فرمان عنایت آمیز کے شاہزادہ وہاں کے قیام پر راضی
نہ ہوا اور مکرر استعفاء روانہ کیا اور قبلِ صدورِ حکم بلخ سے
پیش خیمہ باہر نکالنے کا حکم دیدیا۔ بادشاہ کو اس سے سخت ملال
ہوا شاہزادے کے منصب و جاگیر کی ضبطی کا حکم صادر کرکے
یہ فکر کرنے لگا کہ اس نازک حالت میں کسی ایسے امیر کو بلخ
کی طرف روانہ کروں کہ جس کی گفتار و کردار کا سب کو اعتبار
ہو۔ جہاں تک دیکھا اور کوئی امیر اس قابل نظر نہ آیا پس طوعاً
و کرہاً سعد اللہ خاں ہی سے کہنا پڑا کہ جس قدر جلد ممکن ہو
بلخ پہنچکر جملہ انتظامات مالی و ملکی انجام دو اور جہاں تک
ہو سکے جلدی ہی چلے آؤ۔ اور اگر ہو سکے تو شاہزادۂ مراد بخش
کو بھی سمجھا بوجھا کے واپسی کے ارادہ سے باز رکھنا۔ سعد اللہ
خان حسب الحکم بطریق یلغار (گھوڑوں کی ڈاک بٹھا کے) پندرہ
دن میں بلخ پہنچا اور شاہزادہ کو بہت سمجھایا مگر وہ کب مانتا تھا

اِس لئے سب اُمراء کو مُراد بخش کے پاس جانے کی ممانعت کردی اور جملہ قلعوں اور تھانوں میں امرا کو متعین کر کے بہادر خان اور اصالت خان کو صوبہ دار و سپہ سالار بلخ اور قلیچ خان کو صوبہ دار بدخشاں مقرر کیا اور جملہ انتظامات مالی و ملکی کو ۲۲ دن میں بخوش اسلوبی تمام انجام دیکے واپس آگیا۔ اِس خدمت کے صلہ میں ایک ہزار سوار کا اضافہ اُسکے منصب میں کیا گیا۔

مہم قندھار

۱۰۵۸ھ میں خواص خاں قلعدار قندھار کی عرضداشت بدیں مضمون دربار میں موصول ہوئی کہ ۴۔ ربیع الاوّل ۱۰۵۸ھ کو شاہ عباس چہارم فرماں روائے ایران مع بہت سے لشکر کے صفاہاں سے بارادۂ تسخیر قلعۂ قندھار روانہ ہوا ہے۔

شاہجہاں کو جب یہ وحشت ناک خبر پہُنچی تو سعد اللہ خاں کو مع ۱۳۵ اُمراء اور ساٹھ ہزار سوار اور دس ہزار برقنداز کے قندھار روانہ کیا اور شاہزادۂ اورنگ زیب کو سپہ سالار لشکر کرکے اُن کے ہمراہ کیا اور اِس لشکر کی روانگی کے بعد خود بھی کابل کو روانہ ہوا۔

رستہ کی دشوار گذاری اور برف و سردی کی کثرت اور رسد
کی کمیابی کے باعث اِس لشکر کے بہت سے آدمی اور گھوڑے
کابل ہی تک پُہنچنے میں ضائع ہو گئے وہاں چند روز قیام
کرکے یہ لشکرِ غزنی روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں رسد بالکل نہ ملی
بڑے بڑے امیروں کو روپیہ کا سیر بھر غلّہ اور ڈیڑھ سیر گھاس
بمشکل بہم پُہنچتی تھی یہ لشکر ہنوز قندھار نہ پُہنچنے پایا تھا کہ
غواص خاں نے محصوری سے مجبور ہوکے قلعہ قندھار شاہ عباس
کے حوالہ کر دیا سعد اللہ خاں نے نہایت دانشمندانہ اور فوجی
اصول سے اِن دشوار گذار راستوں کو جو کثرت برف و باراں
سے نہایت خطرناک ہو رہے تھے طے کیا اور ۱۴ جمادی الاوّل
۱۰۵۹ھ کو قلعہ قندھار کے قریب پُہنچ کے نہایت بہادری سے
مورچہ بندی شروع کردی اِس محاصرہ میں اگرچہ سعد اللہ خاں
نے ایسی بہادری اور بے جگری دکھائی کہ بڑے بڑے تجربہ کار
اور ماہرین فن جنگ اُس کی بہادری اور جنگی قابلیت کے
قائل ہو گئے مگر سچ ہے فتح و شکست خدا کے قبضۂ قدرت
میں ہے وہ کبھی کبھی قلعہ کے اکثر برجوں پر قابض ہو ہو گیا
مگر قلعہ کی مضبوطی اور محراب خان قلعدار کی بہادری اور ہوشیاری

اور سب سے زیادہ رسد کی کمیابی کی وجہ سے حسب الحکم شاہجہاں اُس کو ناکام واپس ہونا پڑا۔

مہم قندھار دوبارہ

۱۰۶۱ھ میں شاہجہاں نے شاہزادۂ اورنگ زیب کو دوبارہ مہم قندھار پر روانہ کیا اور ۱۶ ربیع الاوّل کو خود بھی کابل روانہ ہوا اُسی دن سعد اللہ خاں کو مع پچاس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اور تیس چالیس توپوں اور بہت سے سامان فوجی اور دو کرور روپیہ نقد کے قندھار بھیجا۔

رسد کی کمیابی اور سابقہ وجوہات کے باعث اگرچہ اِس مرتبہ بھی یہ مہم ناکام ہوئی مگر سعد اللہ خاں نے اور سب تجربہ کار امراء سے زیادہ ہمت و مردانگی کا ثبوت دیا۔ خافی خاں نے اُن کی نسبت یوں لکھا ہے "بہادران کار طلب از چار طرف در مکانے کہ گولہ رس بنود فرود آمدند و شروع بدواندن نقب و نسق مورچال نمودند خصوص سعد اللہ خاں نسبت بہمہ امیران کارزار دیدہ زیادہ شرط تردد و جلادت و تدبیر بکار بردہ باتفاق راجپوتان تہور نشان بہ گرد آوری مصالح نقب زدن و مورچال دواندن کوشیدہ نشانہ گولہ و تفنگ و سنگ خود را ساختند"۔

مہم قلعۂ چتوڑ

سنہ ۶۴ھ میں شاہجہاں کو معلوم ہوا کہ رانا راج سنگھ پسر رانا جگت سنگ عہد نامہ کے خلاف قلعہ چتوڑ کو مستحکم کر رہا ہے یہ سُنکر شاہجہاں نے سعد اللہ خاں کو مع ۳۲ ہزار فوج کے واسطے تادیب رانا اور منہدمی قلعہ و دروازہائے شہر پناہ چتوڑ کے روانہ کیا اور یہی ایک مہم تھی کہ جس کی سپہ سالاری بلا شرکت غیرے سعد اللہ خاں کے ہاتھ میں تھی۔ سعد اللہ خاں نے رانا کو شکست دیکے چودہ پندرہ دن میں تمام قلعہ منہدم کر دیا اور رانا نے مجبور ہوکر شاہزادہ دارا شکوہ کے وسیلہ سے اپنی تقاصیر کی معافی شاہجہاں سے حاصل کی۔

سعد اللہ خاں کی وفات۔ مذہب۔ اخلاق و عادات۔ اولاد اور یادگاریں

ہمارے خانصاحب مرحوم و مغفور کو ایک مدت سے درد قولنج تھا سنہ ۶۶ھ میں پھر اُس کا دورہ شروع ہوا شاہجہاں نے شاہی طبیبوں سے علاج کرایا پے در پے کئی طبیب بدلے گئے اخیر میں حکیم تقرب خان کا علاج شروع ہوا اِسی اثنا میں ایک

دوا کے استعمال سے ایک خاص عارضہ پیدا ہو گیا۔شاہجہاں کو اُن کی علالت کا نہایت رنج اور سخت پریشانی تھی اور دن میں کئی کئی دفعہ اُنہیں دیکھنے اُن کے مکان پر جاتا تھا۔ اسی حالت[۱] میں ۶۷ برس کی عمر پاکر اور پونے سولہ برس پانچ دن شاہی ملازمت کرکے جس میں دس برس گیارہ مہینے ایک دن مدّت وزارت کی تھی ۲۲ جمادی الثانی سنہ۱۰۶۶ھ کو اس سرائے فانی سے کوچ کرکے روضہ جاودانی کو جا بسایا اور ہندوستان کا یہ سب سے زیادہ نیک نام وزیر سلطنتِ شاہجہانی کو بے رونق کر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔رباعی

مناز اے بتِ چیں کہ چیں ہم نماند	مدارِ جہاں ایں چنیں ہم نہ ماند
نہ جم ماند اینجا نہ نقش و نگینش	کہ نقشِ نگیں برنگیں ہم نماند

افسوس صد افسوس شاہجہاں نے جب رحلت کی خبر سُنی تو فرطِ غم سے ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار رونے لگا اور اُنکے بڑے بیٹے لطف اللہ خاں کو جس کی عمر گیارہ[۲] برس کی تھی خلعت تعزیت اور منصب ہفت صدی دو صد سوار اور باقی خورد سال

[۱] خافی خاں نے لکھا ہے کہ بعارضہ فالج چار پانچ مہینے مبتلا رہکر انتقال کیا ۱۲

[۲] بقول خافی خان ۱۵ برس ۱۲

بیٹوں اور دیگر وابستگان کا یومیہ اور یار محمد اُس کے بھانجے کا منصب سہ صدی شصت سوار اور اُس کے لائق دیوان عبدالنبی خاں کو منصب ہزاری چہار صد سوار مقرر فرمایا۔

سعد اللہ خاں کا مذہب

سعد اللہ خاں کا مذہب سنت و جماعت تھا اور وہ اپنے فرائض مذہبی کو کمال سرگرمی سے ادا کرتے تھے اور ورد و وظائف کے بھی سخت پابند تھے اور اُن سے فارغ ہوکے دیر تک نہایت تضرّع و زاری سے بارگاہ ایزدی میں دعا کرتے رہتے تھے ایک دن جب وظیفہ سے فارغ ہوکے دیر تک دعا کی تو ایک گستاخ ہمنشین نے پوچھا کہ خانصاحب اب کونسی آرزو باقی ہے جو اِتنی دیر تک دعا کرتے ہو۔ سعد اللہ خاں نے جواب دیا کہ ”آدم خوب“۔

سعد اللہ خاں کی بے تعصبی

اگرچہ سعد اللہ خان ایک مذہبی عالم تھے مگر معاملات سلطنت کو کمال بے تعصبی سے انجام دیتے تھے جس کا بہت اچھا ثبوت یہ ہے کہ اُن کا نائب ایک ہندو رگھناتھ نامی تھا جو ابتدا میں معمولی متصدی تھا لیکن اپنی کاردانی اور لیاقت کے باعث

سعد اللہ خاں کا دایاں ہاتھ بن گیا اور اُنہیں کی تربیت اور اثر صحبت سے مستفید ہو کے رائے رایاں راجہ رگھناتھ سعد اللہ خانی کے خطاب سے مفتخر ہوا اور سعد اللہ خاں کے عہد وزارت میں اُن کا نائب اور اُن کی وفات کے بعد ہی دیوانِ اعلیٰ ہو گیا اور اپنی وفات تک جو ۱۱ ذیقعدہ ۱۰۷۳ھ کو ہوئی اُسی معزز عہدہ پر ممتاز رہا شاہنشاہ عالمگیر نے اپنی رقعات میں دو جگہ اِس دیوان کی لیاقت کی تعریف کی ہے "رگھناتھ سعد اللہ خانی در احیانیکہ راتق مہمات دیوانی بود میگفت کہ کار سرکار والا بہ کسے باید فرمود کہ جوہر کار دانی و دماغ معاملہ آرائی داشتہ باشد نہ علیلِ غرض"

سعد اللہ خاں کی عادات اور اخلاق

خان صاحب خلق و تواضع میں بے نظیر تھے اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے حتی المقدور بھلائی کے ساتھ پیش آتے تھے اور کسی کی بُرائی یا شکایت اُن کی زبان پر ہرگز نہ آتی تھی — خافی خاں نے لکھا ہے کہ خانصاحب میں علاوہ کمالات صوری و معنوی کے ذاتی خوبیاں بھی حد سے زیادہ تھیں۔

مسجد چنیوٹ

سعد اللہ خاں کی عالی ہمتی کی یادگار میں اُن کے وطن چنیوٹ کی سنگ لرزاں کی عالیشان اور خوبصورت مسجد ہنوز موجود ہے۔ اور اُن کے محلات کی شان و شوکت کے ثبوت میں وہیں ایک فیلخانہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔[۵۱]

سعد آباد

آگرہ اور متھرا کے قریب ایک پُر فضا مقام پر دریائے جمنا نامی کے کنارے سعد اللہ خاں نے اپنے عہد وزارت میں ایک شہر آباد کرکے اپنے نام سے سعد آباد[۵۲] موسوم کیا اور کچھ گانوں پرگنہ کھندولی سے اور دو سو گانوں پرگنہ جلیسر[۵۳] سے نکال کے سعد آباد کے متعلق کر دئے اور اُسے صدر مقام بنادیا۔ اُس وقت سے ۱۸۳۲ء تک سعد آباد ایک ضلع کا صدر مقام رہا جس کے پرگنے پناہٹ۔ نوجھیل۔ مہابن۔ رایا۔ کھندولی[۵۴]۔ سکندرہ

---

۵۱ دیکھو گورنمنٹ گزٹیئر ضلع جھنگ مرتبہ گورنمنٹ پنجاب۔

۵۲ دیکھو گورنمنٹ گزٹیئر ممالک مغربی و شمالی و اودھ جلد ۹ ضلع متھرا۔

۵۳ جلیسر آج کل ضلع ایٹہ میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔

۵۴ کھندولی آج کل بحیثیت ایک موضع کے تحصیل اعتماد پور ضلع آگرہ میں ہے اور پرگنہ کھندولی اب پرگنہ اعتماد پور ہے۔

رائے۔ فیروز آباد۔ چھاتہ وغیرہ تھے۔ ۱۸۳۲ء میں جب متھرا ایک نیا ضلع قائم ہوگیا اُس وقت سے سعد آباد ایک تحصیل رہ گئی۔ وہاں بھی ایک مسجد سعد اللہ خاں کے نام سے مشہور ہے

چوک و بازار سعد اللہ خان

دہلی اور آگرہ میں بھی سعد اللہ خاں نے نہایت عالیشان چوک اور خوش نما بازار تعمیر کرائے تھے۔

مرحوم کی اولاد

سعد اللہ خان کی اولاد کی بابت خافی خاں نے یوں لکھا ہے کہ "عقلائے جہاں دیدہ پر ظاہر ہے کہ حکام اور ارباب ریاست سے جو ظلم و ستم اور احسان و خیر رعایا پر عائد ہوتا ہے رعایا اُسی کے موافق دعا یا بد دعا اُس کی اولاد پر کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ زمانہ قدیم سے اس وقت تک از روے تاریخ اور راقم اوراق کے باون ۵۲ سالہ مشاہدہ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی ظالم عاقبت بخیر نہیں ہوتا۔ اور اُس کی اولاد رزق و آبرو کی طرف سے دلی مُراد کو نہیں پہنچتی۔ بلکہ دس بیس سال میں ظالم کے خاندان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ برخلاف اِس کے سعد اللہ خان کی اولاد اُن کی وفات

سے اِس وقت تک کہ ۴۷ برس ہوئے ہیں (یعنی تالیف منتخب اللباب تک) سب عاقبت محمود اور فراخ روزی اور نیکنامی سے زندگی بسر کرتی رہی اور کرتی ہے خصوصاً اِس زمانہ میں کہ انسانیت و کمال و مروّت معدوم الوجود ہو چکی ہے"۔

مختلف تاریخوں سے سعد اللہ خاں کی اولاد کا جس قدر پتا چلا اُس کو بطور شجرہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

دختر سعد اللہ خان زوجہ میر شہاب الدین غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ
میر مغل ناصر الملک
میر قمر الدین چین قلیچ خان نظام الملک آصف جاہ بانی سلطنت حیدر آباد دکن
میر محمد شریف برہان الملک
امیر الامرا میر سید محمد فیروز جنگ غازی الدین خان بہادر
نظام الدولہ میر احمد
امیر الممالک میر سید محمد خان
میر شہاب الدین عماد الملک غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ
میر نظام علی آصف جاہ ثانی
میر احمد خان بہادر امیر الممالک عالیجاہ
میر اکبر علی خان سکندر جاہ
ناصر الدولہ میر فرخندہ علی خان آصف جاہ
میر تہنیت علی خان افضل الدولہ
جناب نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ والی حیدر آباد دکن
محمد سعد الدین خان مظفر جنگ

مرحوم و مغفور کی اولاد کے اگر مختصر حالات ہی قلمبند کئے جائیں تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہوگی جسے اُن باقیات صالحات کے مفصّل بیان دیکھنے کا شوق ہو وہ کتاب مآثرالامرا دیکھے۔یہاں ہم نہایت اختصار کے ساتھ اُن کے بیٹوں کا ذکر لکھتے ہیں۔

لُطف اللہ خاں بڑے صاحبزادے جو اپنے والد ماجد کے انتقال کے وقت صرف ۱۱ یا ۱۵ برس کے تھے عالمگیر کے عہد میں مختلف اعلیٰ عہدوں پر مامور رہے اور جنگی و ملکی خدمات اچھی طرح انجام دیکے منصب سہ ہزاری دو ہزار پانصد سوار تک پُہنچنے پائے تھے کہ عمر نے وفا نہ کی ۱۸ شعبان ۱۱۱۴ھ کو رحلت فرما گئے۔

حفظ اللہ خاں عہد عالمگیری میں دو ہزاری پانصد سوار کے منصب اور صوبہ داری ٹھٹھہ اور فوجداری سیوستان پر مامور تھے پینتالیسویں سال جلوس عالمگیر میں انتقال کیا۔

عنایت اللہ خاں اور خسرو محمد بدیع کے حالات کا کچھ پتا نہیں چلا اِس لئے خیال ہوتا ہے کہ اُنہوں نے خورد سالی میں انتقال فرمایا۔

حضرت سعد اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے پرپوتے
سب صاحب علم اور ہر عہد میں مناصب اعلیٰ پر مامور رہے
خصوصاً ہدایت محی الدین خان اوّل جو سعد اللہ خاں کے نام
سے مشہور اور پھر مظفر جنگ کے معزز خطاب سے مفتخر ہوئے
نہایت با نام و نشان اور عالم و فاضل اور شجاع تھے۔ ہندوستان
میں اُنہوں ہی نے پہلے پہل فرانسیسیوں کو اپنی فوج میں
نوکر رکھا۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ جب نظام الملک
آصف جاہ کے انتقال کے بعد مسند نشین حیدر آباد ہوئے
اُس وقت مظفر جنگ نے جو صوبہ دار بیجا پور تھے بوجہ سابقہ
کدورت کے انور الدین فوجدار کرناٹک کو جو منجانب نظام الدولہ
فوجدار تھا شکست دیکر اُس ملک پر قبضہ کر لیا جب یہ خبر
نظام الدولہ ناصر جنگ کو ہوئی تو اُس نے بھی فوج جمع کرکے
اُس طرف کوچ کیا فریقین میں ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۶۳ھ کو جنگ
عظیم واقع ہوئی مظفر جنگ شکست کھا کے زندہ قید ہوئے
مگر اُن کی شکست یافتہ فوج کے ایک نامی افسر بہادر خاں نے
پھر ہمت کرکے اور فرانسیسیوں کو جو اِس جنگ میں مظفر جنگ
کے ہمراہ تھے پھر ہمت دلا کے ناصر جنگ کے لشکر پر اس زور

سے شبخون مارا کہ ناصر جنگ کی فتحیاب فوج بھاگی اور ناصر جنگ ۱۸ محرم ۱۱۶۴ھ کو بہادر خاں مذکور کے ہاتھ سے مقتول ہوئے اور مظفر جنگ بجائے ناصر جنگ کے مسند نشین حیدر آباد ہوئے۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی دن بعد جبکہ مظفر جنگ اپنی والدہ کو لینے بندرگاہ بھلیچری کو جا رہا تھا راستہ میں فرانسیسیوں اور بہادر خان کی فوج میں کسی بات پر اَن بَن ہو گئی۔ مظفر جنگ نے فرانسیسیوں کا ساتھ دیا مگر ۱۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ کو ایسا تیر لگا کہ جاں بحق تسلیم کی۔

حضرت سعد اللہ خاں صاحب مرحوم و مغفور کی دختری اولاد میں حیدر آباد دکن کی حکومت ۱۱۳۶ھ سے اس وقت تک برابر چلی آتی ہے۔ چنانچہ اب جناب نواب میر محبوب علی خاں بہادر نظام الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ فرماں روائے ریاست ہیں اور دنیا کی جملہ اسلامی سلطنتوں میں تیسرے یا بعض حیثیت سے چوتھے درجہ کے فرماں روا ہیں۔

سعد اللہ خاں کی وفات سے شاہجہاں کی سلطنت پر کیا اثر پڑا

شاہجہاں کے چار بیٹے دارا شکوہ۔شجاع۔اورنگ زیب اور مراد تھے۔یہ چاروں صاحبِ حوصلہ اور ہر ایک اپنے آپ کو سلطنت کا مستحق سمجھ کے آئندہ بادشاہ ہونے کا اُمیدوار اور اُسی کے منصوبوں میں سرشار تھا۔شاہجہاں کو دارا شکوہ سے نہایت ہی محبت تھی۔اِس محبّت اور نیز سب بھائیوں میں بڑے ہونے کے باعث وہ ولیعہد تھا اور شاہجہاں اُسے اپنے پاس سے جدا نہ کرتا تھا مگر اُس کے اَور بھائی بھی سلطنت کے اعلیٰ صوبوں پر حکمراں اور صاحب فوج و سپاہ تھے۔

سلاطین چغتائیہ میں جیساکہ ہم اوپر لکھ چُکے ہیں یہ آئین تھاکہ جب تک شاہزادے بذات خاص کسی جنگی مہم پر مامور ہوکے نام نہ حاصل کریں اُن کا منصب مقرر نہ ہوتا تھا صرف اُن کے اخراجات کے واسطے شاہی خزانہ سے یومیہ ملا کرتا تھا۔مگر خلاف آئین سلطنت شاہجہاں نے بلا انجام کسی جنگی خدمت کے دارا شکوہ کا منصب بھی مقرر کر دیا تھا پس وہ بوجہ اعزاز ولیعہدی اور شاہجہاں کے لاڈ پیار کے جملہ انتظامات مالی و ملکی کی باگ اپنے ہاتھ میں لینا اور سلطنت کے آئین و قانون کی پابندی سے اپنے آپ کو

مطلق العنان رکھنا چاہتا تھا۔

اِدھر سعد اللہ خان امورات سلطنت اور محاسبات اور آئین و قانون کے سخت پابند تھے اور کسی کارروائی کو جو خلاف آئین ہو پسند نہ کرتے تھے اور بوجہ اپنے اعزاز اور اُس اقتدار کے جو شاہجہاں پر اُنہیں حاصل تھا دارا شکوہ کی مطلق العنانی کے لئے سد سکندری کا کام دیتے تھے۔ اِنہیں وجوہ سے دارا شکوہ سعد اللہ خاں کو اپنی آئندہ کامیابی کے منصوبوں میں مارج تصوّر کرکے ہمیشہ اِس کوشش میں رہتا تھا کہ کسی طرح اُنہیں کچھ نقصان پہنچائے چونکہ سعد اللہ خاں کا یہ طرز عمل محض نیک نیتی اور شاہجہاں کی وفاداری اور خیر خواہی پر مبنی تھا اِسی وجہ سے دارا شکوہ باوجود قرب ولیعہدی اور شاہجہاں کے لاڈ پیار کے اُنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکا۔[۹۱]

[۹۱] مشہور و معروف فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیئر نے جو سعد اللہ خان کی وفات کے دو ڈیڑھ برس بعد وارد ہند ہوا تھا غالباً عام افواہوں کی بنیاد پر اپنے سفرنامہ میں یوں لکھا ہے " دارا شکوہ سے شاہجہان کے ناراض ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے خودسر اور مختار بنجانے کے لئے اُن دنوں میں اعلانیہ کوششیں کی تھیں بلکہ اُس کو ایسی جرأت ہوگئی تھی جس کے باعث شاہجہاں کو اُس سے سخت نفرت تھی اور اُس سے خوف کھانے لگا تھا اور اُس کی اِس خطا کے معاف کرنے پر مائل نہ تھا یعنی سعد اللہ خاں کو جسے شاہجہاں تمام ممالک (دیکھو صفحہ آئندہ)

شاہجہاں اور سعد اللہ خاں اور دارا شکوہ کی ان باہمی حالتوں کا موازنہ ذیل کے واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے :-

ایک مرتبہ دربار شاہجہانی میں رائے بہاری مل دیوانِ سرکارِ دارا شکوہ نے ایک فرد زرِ یافتنی سرکار خود بذمہ سرکار شاہی تعدادی دس لاکھ روپیہ پیش کرکے دعویٰ دلا پانے روپیہ کا کیا- بادشاہ نے حسب ضابطہ فرد مذکور کو بغرض دریافت حال سعد اللہ خاں کے سپرد کیا- اُنھوں نے اُسے ملاحظہ کرکے اُسی وقت عرض کیا کہ قانون کے مطابق اس مد کا روپیہ نقد خزانہ شاہی سے نہیں دیا جا سکتا بلکہ بعد میں دیگر مطالبوں کے ساتھ محسوب کیا جائیگا- دارا شکوہ کو سعد اللہ خاں کے اس اعتراض سے بہت غصہ آیا اور دربار کے برخاست ہونے پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵) ایشیا میں ایک بڑا ہی لائق وزیر سمجھا تھا اور جس سے اس قدر محبت رکھتا تھا کہ تمام دربار میں اُس کی محبت ضرب المثل تھی مروا ڈالا" برنیئر کے اس قول کی کہ دارا شکوہ نے سعد اللہ خاں کو مروا ڈالا فارسی مؤرخین میں سے کسی کی تحریر سے تصدیق نہیں ہوتی بلکہ جملہ مؤرخ بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ خانصاحب کا انتقال درد قولنج یا فالج سے ہوا- الفنسٹن گورنر بمبئی نے بھی برنیئر کے اس قول کی طرف کچھ توجہ نہیں کی ہے حالانکہ اُسنے اپنی کتاب میں جابجا سفرنامۂ برنیئر کے حوالے دئے ہیں ۱۲

—·✻✻✻·—

سعد اللہ خاں کی نسبت بہت کچھ سخت و سُست کہا۔ جب
شاہجہاں کو داروغہ غسلخانہ کے پرچہ سے یہ حال معلوم ہوا تو
اُسی وقت دارا شکوہ کو ایک رقعہ لکھا اور دلجوئی کے طور پر
چند تھان یکرنگ زردوزی محمودی کے اور تین ہزار دینار نقد
سعد اللہ خاں کو مرحمت فرمائے وہ رقعہ یہ ہے:۔

باصاف دل مجادلہ باخویشن دشمنی است		ہرکس کشد بر آئینہ خنجر بخود کشد

دریافت صدق و بطلان خاصۂ ابناے ملوک است۔ بہاری پل
کفایت خانۂ شما و سعد اللہ خاں صیانتِ مالِ ما می خواہد۔ ہرگاہ
ایں فرد از دفترِ شما درست شدہ بود بائستے تحقیق نمود کہ تنخواہ
آں از سعد اللہ خاں ممکن الحصول است یا نہ۔ ملول ساختن
بندہ ہاے بادشاہی خصوص سعد اللہ خاں را بسیار بد است۔
و بدست آوردن دلِ ایں مردم خوب"

اب ہم سعد اللہ خاں کی اُس مصلحت کو بیان کرتے ہیں
جس کی وجہ سے وہ دارا شکوہ کے انتظامِ سلطنت میں زیادہ
دخیل ہونے کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اِس عالی دماغ اور بےنظیر
مدبّر نے اپنی دوربین نگاہ سے تاڑ لیا تھا کہ اموراتِ سلطنت
میں دارا شکوہ کی مداخلت وہ کام کریگی جو چھوٹی سی چنگاری

میگزین میں کرتی ہے کیونکہ اَوُر شاہزادے جو دور و دراز صوبوں میں بیٹھے ہوے اِس وقت اپنی اپنی کامیابی کے خیالی منصوبے باندھ رہے ہیں اِس امر کو گوارا نہ کرینگے اور آمادۂ جنگ ہوکر آپس کے کشت خون اور شاہجہاں کی سلطنت کی تباہی اور لاکھوں بنی نوع انسان کی بربادی کا باعث ہونگے۔

سعد اللہ خاں کی وفات کے بعد سے دارا شکوہ کا اقتدار بڑھتا گیا اور چند ہی روز میں سلطنت ہند کی انتظامی باگ اُس کے ہاتھ میں آگئی اَوُر شہزادوں نے اِس امر کو اپنی آئندہ کامیابیوں کے خلاف تصوّر کرکے درپردہ جنگی تیاریاں شروع کردیں اور موقع کا انتظار کرنے لگے۔ بدقسمتی سے اُسی زمانہ میں شاہجہاں ایسا بیمار ہوا کہ زیست کی اُمید نہ رہی دارا شکوہ نے اِس حالت کو مخفی رکھنا چاہا راستے بند کردئے مسافروں کو چلنے سے روکا مگر کیا ہو سکتا تھا اِس چھپانے کا اُلٹا نتیجہ ہوا کہ شجاع و اورنگ زیب و مراد نے باپ کو مُردہ یا قریب المرگ سمجھ کے فوجی کارروائیاں شروع کردیں۔ اِس جگہ اِن کمبخت باہمی لڑائیوں اور شرمناک و ناگوار کشت و خون کا ذکر کرنے سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور

اُن کے بیان کی کچھ ضرورت بھی نہیں لہذا مختصر طور سے اُن کے عبرت ناک نتیجہ کو لکھے دیتے ہیں۔

اگرچہ شاہجہاں نے جسے اِس عرصہ میں بہت کچھ صحت ہو چکی تھی اور اُس کی لائق بیٹی جہاں آرا بیگم نے حتی المقدور کوشش کی کہ اِس باہمی جنگ کی آگ بجھ جائے اور اِس آپس کے نفاق کا مُنہ کالا ہو مگر اِس نے تو ہمیشہ سے مسلمانوں کا پیچھا چھوڑا ہی نہیں۔ مسلمانوں کو باہمی کھیل پھوٹ سے اور باہمی نفاق کو مسلمانوں سے ازلی اور ابدی عشق ہے پھر بھلا بڈھے شاہجہاں اور غریب جہاں آرا کے بجھائے یہ آگ کب بجھ سکتی تھی اُس لئے آناً فاناً ہری بھری سلطنت کی کھیتی کو جلا بھُنا کے خاک سیاہ کر دیا اور سعد اللہ خاں کی وفات سے دو ہی برس کے اندر اندر شاہجہاں سے ہر دلعزیز اور قابل قدر بادشاہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور بُرا خاتمہ ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت شاہجہاں ۱۷ رمضان ۱۰۶۸ھ کو آگرہ کے قلعہ میں قید ہوے اور اُس جگہ کو دیکھکے اب تک ہم روتے ہیں۔ دارا شکوہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ کو اور مراد ۱۰۷۲ھ میں باہمی نفاق کی قربانی ہو گئے۔ اور شجاع

۶ رمضان ۱۰۷۰ھ کو جہانگیر نگر کی شکست کے بعد ایسے روپوش ہوے کہ پھر پتا نہ چلا ؎

بیک گردش چرخ نیلوفری	نہ نادر بجا ماند نے نادری

افسوس صد افسوس جس قوم کو بڑے شد و مد سے "کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام" کی تعلیم دی گئی تھی اُس نے ہمیشہ چند روز کی اوج موج اور دو دن کی زندگی کے لئے وہ وہ کرتب کئے ہیں جنہیں اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارنا کہتے ہیں۔ سنتے ہیں کہ بہت سے کشت و خون اور تباہی کے بعد پھر ہندوستان کی سلطنت اورنگ زیب کے ہاتھ میں آئی جو حضرت عالمگیر کے لقب سے تخت نشین ہوئے۔ شاید ایسا ہی ہوا ہو۔ مگر ہماری راے میں تو شاہجہاں کی آنکھوں کے سامنے جمنا میں ڈوب گئی۔

اشک آئے نکل چشم حباب لب جو سے	رونے کی صدا آتی تھی ماہی کے گلو سے

سعد اللہ خاں کی علمیّت اور حکیمانہ اقوال اور طبیعت کی موزونی

سعد اللہ خاں کے علم و فضل کی نسبت صرف اس قدر

بیان کر دینا غالباً کافی ہوگا کہ مسلمانانِ ہند کی چھ سات سو برس کی سلطنت میں یہ تیسرا اور آخری خوش قسمت شخص ہے کہ جس کو علم و فضل کے عالیشان دربار سے علاّمی کا معزز خطاب عطا ہوا ہے۔ اِس سے پہلے ابو الفضل اکبر کا مشہور وزیر اور ملاّ شکر اللہ افضل خان (چینی کے روضہ آگرہ والے) شاہجہاں کے پہلے وزیر اِس معزز خطاب سے موصوف ہو چکے تھے۔

جن لوگوں نے ہندوستان کے اِن تینوں صاحبانِ علم و فضل کے حالات کتابوں میں بغور دیکھے ہیں۔ اُن پر پوشیدہ نہیں کہ جو وسائل کسب علوم کے ابو الفضل اور ملاّ شکر اللہ کو حاصل تھے وہ سعد اللہ خاں کو ہرگز میسّر نہیں ہو سکتے تھے۔ ابو الفضل کے فاضل باپ اور اُستاد شیخ مبارک کے علم و کمال کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں جو شخص ابو الفضل کے علم و فضل سے واقف ہے وہ شیخ مبارک کا علم و فضل پہلے جانتا ہوگا پس کچھ تعجب کی بات نہیں کہ شیخ مبارک کے بیٹے اور شاگرد نے اپنے آپ کو اِس معزز خطاب کا مستحق ثابت کیا۔ اسی طرح ملاّ شکر اللہ خاص

شیراز کے باشندے اور مدت مدید تک دار العلوم شیراز میں باقاعدہ درس و تدریس کرتے رہے اور وہاں سے سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد وارد ہند ہوئے تھے۔ بخلاف اِس کے سعد اللہ خاں نے محض اپنی قوتِ بازو اور ذاتی محنت و کوشش سے علم و فضل حاصل کیا اور اپنے آپ کو اس عالیشان خطاب کا مستحق ثابت کرکے قوم سے یہ معزز خطاب حاصل کیا۔

افسوس ہے کہ مجھے باوجود تلاشِ بسیار علّامی موصوف کی تصنیف و تالیف کا کچھ پتا نہیں لگا۔ ممکن ہے کہ یہ میری محدود واقفیت کا سبب ہو یا اُن کی تصنیف و تالیف زمانہ کے دست برد سے صفحۂ دنیا سے محو ہو گئی ہو۔ ہاں اُن کے چند دلچسپ مقولات و نصیحت آمیز فقرات جو متفرق تاریخوں اور تذکروں کی ورق گردانی سے حاصل ہوئے ہیں یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

مقولاتِ سعد اللہ خاں

ایک دن سعد اللہ خان دربار میں وقت مقررہ سے کچھ دیر میں آئے شاہجہاں نے دیر کی وجہ دریافت کی تو جواب ملا کہ ایک بیاض میں چند فقرے نصیحت آمیز نظر سے گذرے

حضور میں عرض کرنے کے لئے نقل کرتا تھا اس لئے دیر
ہو گئی۔ شاہجہاں ان نصیحت آمیز فقرات کو جو آب زر سے
لکھنے کے قابل ہیں سُنکر بہت محظوظ ہوے اور سعد اللہ خاں
کی پیشانی پر بوسہ دیکے چند تھان محمودی زردوزی یکرنگ کے
مرحمت فرمائے۔ وہ فقرات یہ ہیں۔ ”قیام بنیانِ سلطنت از
عدالت۔ افزائشِ ملک و مال از شجاعت و سخاوت۔ صحبت
داشتن با عُلما و فضلا۔ محترز بودن از قربِ جُہلا نشانِ عقل است
عامل بودن بر عقائد و مستقل ماندن در عین شدائد۔ مقصر
نبودن در اُمورِ دنیوی از تدبیر۔ راضی و شاکر ماندن بر تقدیر۔
دیرپائی خاندان از ترحم نمودن بر یتیماں۔ و محتاج نہ شدنِ
خود از کامروائی محتاجاں۔ انصرامِ امور ملکی بصلاح و صوابدید
وزرا۔ مظفر و منصور بودن باستمدادِ ہمتِ فقرا۔ تندرست ماندن
از نیتِ ازالۂ دردِ دردمنداں۔ امیدِ رحمت داشتن از جنابِ
حق بعفوِ جرائمِ مجرمان“

شاہنشاہِ عالمگیر نے ایک نصیحت آمیز رقعہ میں یوں لکھا
ہے کہ ”عجب عجب از مقولاتِ سعد اللہ خان است کہ الف
بصورت قلم (ا) و نون بشکل دوات (ن) دیوان کہ بصفات ملکی

آراستہ نباشد دیوے ست قلم و دوات پیش نہادہ یا حیوانے
یا تصویرے از نقشِ عقل و ہوش سادہ"

ایک دن شاہجہاں نے سعد اللہ خاں سے دریافت کیا
کہ "اسبابِ خوشنودی خالق و خیریتِ عاقبت چیست" اُنھوں نے
جواب دیا" عدالت و سخاوت "

ایک دن ایک شخص نے کنایتہً سعد اللہ خاں سے کہا
کہ زمانہ میں متدین اور وفادار آدمی بہت کم ہیں۔ اُنھوں نے
جواب دیا کہ زمانہ نیک آدمیوں سے کبھی خالی نہیں رہتا
عقلمند کو چاہئے کہ تلاش کرے اور اُس کے ساتھ مشغول
ہوکر اپنا کام درست کرے اور اُس کی نسبت اہلِ غرض کی
شکایت نہ سنے۔

شاہجہاں ایک مرتبہ دہلی میں نہر بہشت کی سیر کے واسطے
جو اُسی زمانہ میں تیار ہوئی تھی تشریف لے گئے سعد اللہ خاں
اور مُلّا علاؤ الملک تونی فاضل خاں ہمراہ تھے اثنائے گفتگو
میں سعد اللہ خاں نہر کو نَہَر (بفتحِ وسط) بولے۔ مُلّا علاؤ الملک
نے کہا کہ نَہَر غلط ہے نَہْر (بسکون وسط) بولئے۔ سعد اللہ خاں
نے فوراً اپنے کلام کی تائید میں آئہ کریمہ" اِنَّ اللہَ مُبْتَلِیْکُمْ[لہ]

لہ دوسرے پارے سیقول کے اخیر رکوع میں ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ" اللہ اُس نہر سے تمھیں جانچنے والا ہے"

بِنَھرِ" کو پیش کیا۔ مُلّا صاحب جو ہٹ دھرمی پر آگئے تو فرمانے لگے کہ خانصاحب شہادت شعرِ عرب کی مستند ہے۔ سعد اللہ خاں نے اُسی وقت ایک اور جڑی کہ ملّا صاحب کیا کلامِ الٰہی کی شہادت کو آپ سند نہیں جانتے اُس کی فصاحت شعرِ عرب سے بھی گئی گذری ہوگئی۔ شاہجہاں سے بھی نہ رہا گیا فرمایا کہ کلام مجید کی فصاحت کا شعرائے عرب ملتے بھی لوہا مانا ہے یہ سُنکر مُلّا علاؤ الملک بہت شرمندہ ہوئے اور پھر کچھ کہتے نہ بنی۔

موزونیٔ طبیعت

خورم بیگم والدۂ شاہِ سلیمان کے مصاحبوں میں نہانی نام ایک خاتون بڑی صاحب جمال اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ تھی اُس کی لیاقت و قابلیت اور حسن و جمال کا شہرہ سُنکر امرائے ذی شان اور عقلائے جہاں نے اُس سے شادی کے پیغام دئے تھے۔ اُس خاتونِ فرزانۂ روزگار نے اُن کی روز افزوں درخواستوں سے تنگ آکے اپنی ایک رباعی شہر کے ہر گلی کوچہ اور بازار میں آویزاں کرادی اور اُس پر یہ لکھ دیا تھا کہ جو کوئی اِس رباعی کا جواب کہدیگا میں اُسی سے شادی کرلونگی۔

وہو ہذا

از ہر دو برہنہ روے زر می طلبم	در خانۂ عنکبوت پر می طلبم
من از دہن مار شکر می طلبم	وز پشۂ مادہ شیر نر می طلبم

شعراے زماں اور عقلاے دوراں اِس رباعی کے جواب سے عاجز رہے۔ اگرچہ سعد اللہ خاں کے عہدِ وزارت سے پہلے نہالیؔ کا انتقال ہو چُکا تھا پر یہ رباعی اُس کی اُسی شد و مد سے مشہور چلی آتی تھی۔ جب سعد اللہ خاں کے فضل و کمال کا ڈنکا بجا تو لوگوں نے امتحاناً اُسے اُن کے سامنے بھی پیش کیا اُنھوں نے برجستہ یوں فرمایا:۔

علم است برہنہ روکہ تحصیلِ زر است	تن خانۂ عنکبوت دل بال و پر است
زہر است جفاے علم و معنی شکر است	ہر پشہ ازاں چشیدہ او شیرِ نر است

انشا پردازی

بادشاہ نامہ مُلّا عبد الحمید لاہوری میں دو تین خط فارسی سعد اللہ خاں کے ہیں اُن میں سے ایک کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے ناظرین کو اِس بے بدل فاضل کا پایہ فن انشا پردازی میں بخوبی معلوم ہو جائیگا۔ بادشاہ نامہ اور عمل صالح اور سیر المتاخرین اور منتخب اللباب وغیرہ تاریخوں

سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ سعد اللہ خاں نے شاہجہاں کی طرف سے سلطان روم کے نام کئی خط بزبانِ عربی بھی لکھے تھے افسوس کہ باوجود بڑی تلاش کے بھی وہ عربی خطوط ہمیں نہ ملے۔

خطِ مذکورۂ بالا کے دیکھنے سے پہلے ناظرین کو یہ معلوم کر لینا چاہیئے کہ یہ نامہ کب اور کیوں لکھا گیا۔ اِس کے لئے صاحب بادشاہ نامہ تحریر فرماتے ہیں کہ نویں سال جلوس شاہجہانی یعنی ۱۰۵۲ھ میں شاہ صفی بادشاہِ ایران کے مرنے اور اُس کے بیٹے شاہ عبّاس کے تخت نشین ہونے کی خبر دربار میں پُہنچی۔ پس ۱۸ صفر سنہ مذکور کو جان نثار خاں کو خلعت اور جمدھر مرصع عطا ہوا اور منصب میں پانصدی ذات دوہزار پانصد سوار کا اضافہ کیا گیا اور دو گھوڑے مرحمت ہوئے جن میں ایک عربی طلائی یراق کے ساتھ اور دوسرا خانہ زادِ سرکار والا زین مُطلا کے ساتھ اور ایک ہاتھی ملا۔ اور حکم ہوا کہ سعد اللہ خاں شاہ صفی کی تعزیت اور شاہِ عبّاس کی تخت نشینی کی تہنیت میں مابدولت کی طرف سے تمہیں خط لکھدینگے تم اُسے لئے ہوئے ایران چلے جاؤ اور خزانۂ عامرۂ سرکاری سے

دو سال کی تنخواہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی اِسی وقت لیلو اور ایک لاکھ روپیہ کے مرصّع آلات اور ڈھائی لاکھ روپیہ کے کپڑے نفیس ہندوستانی ساخت کے اور دیگر اسباب و ساز سامان شاہ عباس کے لئے بطور ارمغاں ساتھ کر دیا۔

وہ خط یہ ہے

"ہزاراں ستائش و گوناگون نیائش ذاتے را سزد کہ نہ در کبریاے نبیلۂ او حد را بار۔ و نہ بہ آلاے جزیلۂ او عد را کار۔ نہ احسان جسیمش را رادے۔ نہ افضالِ فخیمش را صادے و فراواں مِنّت منعم بے عوض و مفضِّلِ بے غرض را رسد کہ امتیاز بخشید نوعِ انسان را از ہرچہ بافُقِ وجود رسیدہ در بدو تکوین و ایجاد۔ باضافۂ نعمتِ ادراک و استعداد۔ پس برگزید جمعے را بتفاوتِ درجات بر وفقِ استعدادات بکرامت فرمودنِ مرتبۂ رسالت و عنایت نمودنِ منزلتِ سفارت براے بیانِ سبیلِ رشاد و تبیانِ طریقِ سداد عطا فرمود۔ سلاطینِ عدالت آئین و خواقینِ صواب گزین را خلعتِ خلافت و کسوتِ نیابت بجہتہ اجراے ماموراتِ ناموس اکبر نقل۔ و امضاے مقتضیات قسطاس اعدل عقل۔ و ضبط و ربطِ بلاد۔ و اصلاحِ حالِ عباد

و دفع فتنہ و فساد۔ و درودِ نا محدود۔ و سلامِ غیر معدود۔
از حضرتِ معبود۔ بر نقطۂ دائرۂ وجود۔ دائرۂ نقطۂ کرم وجود۔
صاحبِ حوضِ مورود۔ مالکِ مقامِ محمود۔ مخصوص و منفرد از
گروہِ قدسی شکوہِ انبیا و رسل برسالۂ کافہ و دعوتِ عامّہ و
تقویٰ بدلائلِ متکاثرہ۔ و معجزاتِ مستمرۂ وافرہ۔ و تحلی بفضائلِ
علمیہ فائتہ از احصا۔ و علمیہ خارجہ از استقصا۔ قافلہ سالارِ رہنمایان
رہنماے قافلہ سالاراں۔ مبشّرِ منعوت۔ جامع جوامعِ نعوت۔ موخر
مقدم۔ پس آئندۂ پیش قدم۔ و بر آلِ اطہارِ او کہ مرایاے حقائق
معارف۔ و منبعِ ذوارفِ عوارف۔ و مخزنِ اسرارِ نبوت۔ و مظہرِ
سرائرِ ولایت۔ اند۔ و بموجب خطابِ مستطاب اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ
لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔
ساحتِ مجدِ ایناں از دناءت مبریٰ۔ و از لوثِ دناست معریٰ
است۔ و بر اصحابِ ابرارِ او کہ آبروے دین۔ و سببِ لمعانِ
نورِ یقین۔ و حافظانِ شریعتِ غرا۔ و ناقلانِ طریقتِ بیضا۔
و رافعانِ قواعدِ اسلام۔ و ہادمانِ اساسِ کفر و ظلام اند خصوصاً
خلفاء راشدین مہدیئین۔ کہ عناصرِ اربعۂ دینِ حنیف۔ و چار
رکنِ ملّتِ منیف۔ و فانیانِ بقاے مطلق را قادہ و قدوہ۔ و

مستهلکانِ حق را سادہ و اسوہ اند- و ہرکدام بموجبِ نصوصِ
محکمۂ قطعیۃ الدلالۃ- و احادیثِ صحیحۂ یقینیۃ الافادۃ معنعنۂ متصلہ
بروایت عدلی از عدلی- و حکایتِ ثقۂ از ثقۂ- بسببِ اختصاص
بسجیۂ رضیہ- و شیمۂ مرضیہ- بمنزلتے منفرد- و منقبتے متوحد- و
بقدرے کہ قدرِ آنرا خداوندانِ قدر دانند- ممتاز- و بفضلے کہ
فضلِ آنرا خداوندانِ فضل شناسند ممتاز باد- بر آگاہ دل آل
سگال حقیقت پیوند- و بخردِ حق شناسِ ہوشمند- مخفی نیست-
کہ خالقِ اشباح- و بارئ ارواح- را جل شانہ و عظم برہانہ-
در ایقاعِ ہر فعلے دقائق حکم است- کہ نظرِ دوربیں را بادراکِ
آں آشنائی نہ- و در ابداعِ ہر امرے لطائفِ مصالح است-
کہ گوہرِ شب چراغِ خرد را در درکِ آں روشنائی نہ- پیداست کہ
علمِ حادث را بقدیم مجانستے و متناہی را بہ غیرِ متناہی مناسبتے نیست
پس پیش آمدِ مکروہ بہ تسلیم و رضا اولی- و استقبالِ مرغوب
بشکر و سپاس احری- لہذا در واقع ہائلہ و حادثہ نازلہ رحلتِ
خسروِ جمجاہ جعل اللہ الجنۃ مثواہ- ازیں دارِ بے مدار پر خمار-
بہ نزہت سرائے بقا و قرار- کہ بمقتضائے عدمِ استماعِ مواعظِ بلند
و نصائحِ سود مند- مندرجۂ در نامۂ مرسل مصحوب صفدر خاں کہ

در معنی آبِ حیات جاودانی بوده از چشمه سارِ راستی و راست گفتاری۔ و غذاے روحانی از شاخسارِ درستی و درست کرداری و خاطرِ حق بین حقیقت گزین را در افاضۂ آں جز مراعات نسبت پدر فرزندی و محافظتِ قولِ نبئ ہادی۔ کہ نص مشحون بحکمت الدین النصیحۃ باشد غرض منظور نظر فراز پرواز نہ۔ و اتباعِ اقاویلِ نادانانِ دانا نماے ہنگامہ جو۔ و سفیہانِ جہل انتمائے بے صرفہ گو۔ کہ ہمتِ پستِ ایں ہمنشینانِ بد سرشت گرمئ بازار خویشتن است۔ نہ اندیشۂ مآلِ کارِ ولی نعمتِ خویش۔ بافراط در ارتکاب انچہ اجتناب ازاں منتج آگہی و ہوشیاری در دنیا۔ و مثمرِ فلاح و نجاح در عقبیٰ است۔ و تحرز ازاں ہمہ کس را زیبا لاسیما از طبقۂ فرماں روایانِ معدلت اقتضا۔ و صدر نشینانِ ارایک اعتلا۔ کہ غائۂ وجودِ ایں برگزیدہاے پروردگار۔ و بزرگ کردہاے آفریدگار۔ انتظامِ سلسلۂ کائنات و محافظتِ نگاہبانی مخلوقات است۔ نہ بالذاتِ فانی پیوستن۔ و در مستلذاتِ جسمانی فرو رفتن۔ و محتاج بہ نگاہبان گشتن۔ وقوع یافتہ۔ بر مقدمۂ مقررۂ وجوبِ تلقئ تقدیراتِ مقدر بے مثال۔ و عاداتِ حاکمِ بے زوال۔ از تعقیبِ ہر نوشے بہ نیشے۔ و ہر بہارے بخزانے۔

و ہر قبولے بد بورے۔ بصبر مستتبع اجر و رضاے مستوجب حسن
جزا حوالہ میرود۔ و بنابرِ مؤدتِ قدیمہ و خلت مستمرہ کہ در عالمِ
اشباح ظلِ معرفتِ ازلیۂ عالمِ ارواح است۔ و میانِ خواقینِ
خلافت تزئینِ ایں والا خاندان و سلاطینِ نصفت آئینِ آں
عالی دودمان نسلاً بعد نسلٍ بتوارث حسب متحقق۔ بمبارکبادِ جلوسِ
میمنت مانوس آں فرزند زادۂ برخوردارِ کامگار نامدارِ بلند مقدار
بہین گوہرِ درجِ دولت و عظمت۔ مہین اخترِ برجِ شوکت و سلطنت
نقاوۂ اصلابِ طیبین۔ سلالۂ اسلافِ طاہرین پرداختہ می شود۔
مہیمنِ متعال و قادرِ ذو الجلال ایں جلوسِ میموں را بر آں
صفوۂ دودمانِ صفوی۔ علالۂ خاندانِ مرتضوی۔ مبارک و فرخندہ
گرداند۔ و از شناختِ مقدار و اداے حقوقِ فریقِ سپاس گذار
و ترحم و عفوِ زلات بارشادِ بیانِ عظیم الشان اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ
الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ
و ترکِ تعصبات و اغماضِ عین از مآثم برحسبِ اقتضاء حکمت
و اعراض و صفح از جرائم برطبقِ تقاضاے مصلحت۔ مجملاً ایتمار
بماموراتِ بہدایتِ اوامرِ الٰہی۔ و انزجار از منہیات بدلالتِ
کلماتِ نواہی۔ حظے وافی و نصیبے کافی کرامت فرماید۔ و از

تقدیم مراسم شبانی۔ و اقدام بر لوازم پاسبانی۔ کہ مقصود از
سلطنت و فرماں فرمائی۔ و معنیٔ ابہت و کشور کشائی۔ است۔
بہرۂ کامل عنایت کند۔ و چوں بموجب کلام بانظام صحیح اللفظ
حسن المعنی منطوق سردفتر اہل بیان۔ اشرف بنی عدنان کُلُّکُمْ
رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔ روز پاداش سوال بقدر مکنت
شود۔ و پرسش باندازۂ قدرت رود۔ رستگاری از سخط باری در
اجل بتوفیۂ حق آں مربوط باید دانست۔ و رسیدن بہ برخور داری
باقتضاے مصدوقۂ وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ
بتادیۂ آں منوط باید شناخت۔ پوشیدہ نہ ماند کہ چوں از کمال
وداد و اتحاد آں ملک و منسوبان آں دولت را از خود میدانیم
و یقین کہ تحقق ایں معنی از آں جانب بطریق اولیٰ خواہد بود۔
بنابر آں نگارش می یابد۔ کہ معلوم ہر قاصی و دانی است۔ کہ
التجاء یار وفادار علی مرداں خاں امیر الامرا بدیں درگاہ آسمان
جاہ اضطراری بودہ نہ اختیاری۔ چہ ازو در برابر جمیع احکام صادرہ
ازاں سدۂ سنیہ از فرستادن پسر و غیر آں جز سمع و طاعت
و انقیاد و اطاعت امرے سر بر نزد۔ جاے آں بود کہ بدیدبانیٔ
شناسائی و رہنمائی رسائی آفریں رفتے۔ و تحسین جلوہ دادے۔

چوں برخلافِ آں از یافہ درایائ و ہرزہ سرائ و گوناگوں تزویرات و رنگارنگ تسویلات۔ نو دولتانِ حسد سرشت۔ غرض پرست۔ کہ رواج خود در کساد عزّت یافتہا و برکشیدہاے قدیم شناسند۔ خاصہ چنیں کسے کہ جد امجد آں قرۃ العین کہ نقاوۂ سلسلۂ صفویہ۔ و زبدۂ و خلاصۂ ایں طبقۂ علیہ بودند۔ اورا آباے ثانی می نوشتہ باشند۔ بجاے تحسین تہجین و در مکانِ حسن جزا سگالش یاسا۔ قرار گرفت۔ او اضطراراً باعتصام عروۂ وثقاے ایں فکر صواب کہ ایں سلطنت را ازاں دولت ہیچگونہ جدائ نیست پناہ بایں بارگاہ کہ مامنِ عالمیاں و ملجاء جہانیاں است آورد۔ و ایں امور اسباب ظہور عنایات نمایاں و مراحم بے پایاں دربارۂ مشار الیہ گشت۔ اگرچہ چار پسرِ خانِ مومی الیہ از خدمت گزارانِ ایں والا درگاہ اند۔ امّا چوں خواہشِ خاطرِ قدسی سرایر۔ ایں است۔ کہ حقیقتِ یگانگی و محبّت فیمابین معلوم جہانیاں گردد۔ و کالشمس فی رابعۃ النہار وضوح یابد۔ متوقع آن است کہ ایں معنی برخصت فرزندی کہ دران آستان دارد بروے روز افتد۔ و اہلیت و یگانگی را روز بازار دیگر گردد۔ و مبانئ یکجہتی و یکرنگی را استحکام۔ و قوائمِ یکتائ و یکتا دلی را

انتظام پدید آید- و جهات و نسب سابقه را تاکیدے و تشئیدے
و موالات و مودت لاحقه را تاسیسے و تمهیدے شود- ازانجا که
خاطر قدسی مظاهر بسببِ تحققِ ابوتِ علیا- نسبت بآن فرزند
زادهٔ عالی وساده تعلق تمامی باطلاع بر حالِ خیر مآل دارد-
شجاعت نشان جان نثار خاں را که از خانه زادانِ معتمد فدوی
است- و پیوسته بر جوعِ خدماتِ اعتماد طلب سربلند- و در اکثر
اوقات شرف اندوزِ حضورِ سراسر نور رخصت آں صوب باصواب
فرموده شد- که ایں نامه که سرنامهٔ حکمت و موعظت و هدایت
و نصیحت- و متضمنِ مقدماتِ محبّت بار و کلماتِ صداقت آثار
است برساند- مترقب این است که او بعد از گذارش آنچه
باداے آں مامور گشته مقضی المرام بسرعت تشریف رخصتِ
انصراف بیابد- که ضمیرِ مهر آئین محبت آگین را شوقِ تامی و
اشتیاقِ تمامی بسوے آنست- که بزودیٔ هرچه زیاده تر و سرعت
هرچه تمامتر کیفیتِ احوالِ خجسته مآل و اوضاع و اطوارِ آں
برخوردارِ نامدار انکشاف یابد- هرگونه امرے که باعثِ زیادتیٔ
استقرار آں کامگارِ بختیار بر سریرِ سلطنتِ آں دیار باشد
بے حجابانه بداں اشارت رود- و هر نوعِ معاونت لازم نشاهٔ

دوستی کہ بخاطرِ گرامی رسد بے تکلفانہ اظہارِ آں جلوۂ استحسان دہد کہ انشاء اللہ تعالےٰ در انجام آں مساعیٔ مشکورہ چناں پرتوِ ظہور خواہد بخشید۔ کہ معنیٔ دوستی و حقیقتِ درستیٔ دوستی بر جہانیاں واضح گردد۔ و سپس مسلکِ انہاے وقائعِ یومی و منہجِ ارسالِ رسل و رسائل بر سبیلِ تتابع و توالی مسلوک باشد۔ ازہارِ حدائقِ آمال و امانی بنسایمِ یزدانی شگفتہ و خنداں باد۔

بالخیر تمت

مطبع اکبری واقع محلہ نئی بستی شہر آگرہ میں مجید الدین احمد کے اہتمام سے چھپی